حسن اشاعت کے پچپن سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

658-660 / شوال، ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ جون تا اگست ۲۰۲۰

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 55
شمارہ نمبر 9-11
شوال تا ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ
جون تا اگست ۲۰۲۰

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- وفیات: حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزارویؒ کا سانحہ ارتحال، ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ کی رحلت، مولانا مفتی محمد نعیمؒ کا انتقال، محترم سید منور حسنؒ کی وفات، دارالعلوم کے مخلص ڈاکٹر کرنل مختار حامد شاہ کی وفات، مولانا اعجاز حسین (سابق ناظم حقانیہ) کی وفات .... ادارہ ۲
- اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں کا شکریہ .... شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ ۸
- دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر .... شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ ۱۳
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۱۹
- مدارس کے فضلاء کیلئے کامیابی کا روشن لائحہ عمل .... حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۹
- داستانِ دلکشاء در زمانِ ابتلاء .... مولانا محمد ابراہیم فانیؒ ۳۶
- قادیانیت کا عدالتی پوسٹ مارٹم .... فقیر گوہر رحمان نقشبندی ۴۳
- بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۲
- منشی نول کشور: جن کے بادشاہ بھی معترف تھے .... جناب ظفر سید ۵۹
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۳
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۹

نوٹ: عالمی کورونا وباء اور طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے ماہنامہ ''الحق'' تین ماہ کے شماروں پر مشتمل ہے

658-660 / شوال تا ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ جون تا اگست ۲۰۲۰

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

وفیات

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ کا سانحہ ارتحال

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی ایک اہم علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ علمائے ربانیین و وارثان علوم نبوت یکے بعد دیگرے دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے، ان علمائے ربانیین کے دنیا سے اٹھ جانے سے علم بھی اٹھ جائے گا اور کثرت سے فتنے بھی رونما ہوں گے، اب آئے روز کثرت سے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا علمائے ربانیین اور علمائے حق سے خالی ہوتی جا رہی ہے گزشتہ چند مہینوں میں بہت سے علماء اور مشائخ اس دار الفناء سے دار البقاء کی طرف کوچ کر چکے ہیں

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں دواں
تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا؟

انہی جلیل القدر علماء و حاملین علوم نبوت میں سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر سپوت شفیق الامت پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نور اللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال بھی ہے جو ۲۳ر جون ۲۰۲۰ کو چند روز کی علالت کے بعد عازم اقلیم ابد ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نور اللہ مرقدہ جامعہ دار العلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز، شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہید قدس اللہ سرہ کے شاگرد رشید اور معتمد خاص، احسان وسلوک اور رموز واسرار کے حامل، شریعت کے رہبر، طریقت کے پیشوا، خلوص وللّٰہیت کے پیکر، جود وسخا، زہد و سادگی کا مثالی نمونہ اور ہمہ جہت صفات و کمالات کے لحاظ سے ایک عبقری ہستی تھے۔ حضرتؒ کی اچانک جدائی پر مسلمانانِ عالم کی آنکھیں اشکبار، خاندان حقانی سوگوار، حاملین علم و عمل کے دل بیقرار، احسان وسلوک کے سالکین کے حواس مضطرب اور ان کے لاکھوں مریدین، معتقدین و متوسلین محزون ہیں، حضرت ہزاروی قدس اللہ سرہ نے ساری زندگی شریعت و طریقت، علوم و معارف نبوت کے نشر و اشاعت اور لوگوں کی روحانی رہنمائی میں بسر کی، آپ کی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ شریعت و طریقت کی روشنیاں بکھیرنے میں صرف ہو رہی تھی، ان کی زندگی کا لحظہ لحظہ لائق صد تحسین اور ہم جیسوں کیلئے قابلِ تقلید ہے، مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی پوری زندگی ایک مشن اور ایک تحریک سے عبارت تھی بلکہ وہ خود ایک مشن اور تحریک کا جیتا جاگتا نام تھے، ان

کی زندگی کی داستان کا ورق ورق ایسا ہے کہ جس سے ہمیں زہد و قناعت، فقر و سادگی، ہمت و حوصلہ، بہادری و شجاعت، حق گوئی و بیبا کی، خلوص وللّٰہیت، ورع وتقویٰ، علم ومعرفت کا درس ملتا ہے۔ مملکت پاکستان بلکہ پوری دنیا میں جہاں کہیں جب کبھی اسلامی اقدار وروایات، اسلامی عقائد خاص کر عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ ناموس رسالت وصحابہ واہل بیت، ائمہ مجتہدین اور اسلام کی مقتدر شخصیات کے حوالے سے توہین کی جسارت کی گئی تو آپ کی جرأت و بیبا کی نے وہیں پہ اپنے وعظ ونصیحت تقریر و خطابت سے بیانگ دہل سب کے سامنے سد سکندری کا کام سرانجام دیا اور عامۃ الناس کو گمراہیوں کے دلدل سے نکالنے میں اپنے مساعی صرف کر کے ایک جرات مند مبلغ کی طرح اپنا کردار ادا کیا، ان کے وعظ ونصیحت میں تکلف، تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز نظر نہ تھی، اخلاص، تواضع ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ اپنے سینہ میں ایک دل دردمند رکھتے تھے، عشق الٰہی وعشق نبویؐ سے سرشار اس عظیم شخصیت نے دین اسلام کے متعدد محاذوں پر اہم کردار ادا کیا، انہوں نے عامۃ الناس کی جس طرح روحانی رہنمائی میں رات دن ایک کر کے اپنے مساعی اور صلاحیتیں صرف کیں اسی طرح سماجی، رفاہی وسیاسی خدمات کیلئے بھی انتھک محنت اور کوششیں کیں اور یہ اہم دینی وقومی فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اس طرح دینی علوم وفنون کی ترویج اور اصلاح امت کیلئے آپ نے جامعہ دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد قائم کیا، جس میں ہزاروں طلبا علوم نبوت قران وسنت اور دیگر اسلامی علوم وفنوں سے سیراب ہوتے رہتے، انہوں نے آخرِ عمر تک اس کا اہتمام باحسن طریقے نبھایا اور اس جامعہ کی ظاہری و باطنی تعمیروترقی آپ کے حسن اہتمام کی کھلی دلیل ہے۔ احسان وسلوک، تزکیہ نفوس وقلوب تو حضرت کا اپنا میدان تھا اور وہ اس کے روح رواں تھے، حضر وسفر کے مشاغل و مصروفیات کے باوجود ان کے معمولات ذکر برابر جاری رہتے، ان کی خانقاہ سے ملک و بیرون ملک میں ہزاروں سالکین و مریدین آپ کی فیوضات سے مستفیض ہوتے رہے اور آپ اِن کی تربیت روحانی میں ہمہ تن مشغول رہتے، الحمدللہ اب سینکڑوں خلفاومجازین ان کی روحانی و باطنی فیض کو عام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ ہائے دینیہ کے ہرمحاذ اور ہرمیدان میں آپ کی مساعی جمیلہ قابل صد لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے ہرفورم پرحق وصداقت کی صدا بیبا کی سے بلند کر کے حق گوئی کا حق ادا کیا۔ حضرت مولانا ہزارویؒ کی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحقؒ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور خانوادہ حقانی کے بچے بچے سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، حقانیہ اور ان کے متعلقین سے ان کی محبت وارفتگی کی حد تک تھی، علالت کے دوران بھی حضرت دارالعلوم کے

احوال دریافت فرماتے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حضرت شیخ کے بہت بڑے مشفق سرپرست، ہمدرد وخیرخواہ اور علوم و معارف شریعت اور طریقت کے رہبر کامل اور گلشن علوم نبوت کا یہ گوہر یکتا بالآخر اس جہاں فانی سے رحلت کر گئے حق تعالیٰ ان کو جنت کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور ان کے چاروں باکمال لائق وفائق اور ہر لحاظ سے صحیح جانشین صاحبزداوں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل سے نوزاے۔دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ شفیق الامت حضرت جیؒ کی جدائی کو اپنے لئے حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد دوسرا بڑا صدمہ وغم سمجھتی ہے اور خود کو تعزیت کا مستحق سمجھتی ہے۔

حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ کی رحلت

رئیس المحققین، مفکر اسلام، ترجمان مسلک علمائے دیوبند، مناظر اسلام، فاضل دارالعلو دیوبند، اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے مؤسس، سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت کورٹ کے سابق جج حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحبؒ ۱۴رمئی ۲۰۲۰ کو بقضائے الٰہی برطانیہ میں ۹۴سال کی عمر میں وفات پا گئے۔آپ نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی نشرواشاعت ،فرق باطلہ کے تعاقب میں گزاری، پاکستان کے علاوہ دیگر متعدد ممالک میں اسلام کا پرچار کیا اور برطانیہ میں اسلامک اکیڈمی قائم کر کے پانچ عشروں تک بین الاقوامی سطح پر دین اسلام کی ترقی ترویج اور تحفظ ختم نبوت کی شاندار خدمات سرانجام دی،آپ نے درجنوں علمی اور تحقیقی کتابیں لکھیں جن سے دنیا بھر میں اہل علم مستفید ہورہے ہیں، جمعیت علمائے اسلام (س) اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے ساتھ کئی دہائیوں تک فکری و سیاسی ہم آہنگی تھی ،سیاسی پلیٹ فارم کے طور پر آپ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ہرمحاذ پر بھرپور ساتھ دیا۔ چاہے شریعت بل کا معرکہ ہو یا دیگر اسلامی تحریکات کی جدوجہد،آپ ہراول دستہ کے طور پر حضرت مولانا شہیدؒ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے رہے۔ علامہ مرحوم امت مسلمہ کا ایک عظیم سرمایہ تھے آپ کی وفات سے علمی دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور علمی حلقوں میں آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا جلد پُر ہونا صدیوں میں ناممکن نظر آتا ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق میں علامہ خالد محمود کی مغفرت اور ایصال ثواب کیلئے دعائیں کی گئیں، اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام دے اور ان کے تمام روحانی اور نسبی پسماندگان کو اللہ صبر جمیل عطا فرمائے۔ امین

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم بنوری صاحبؒ کا انتقال

جامعہ بنوریہ العالیہ کراچی کے مؤسس اور مہتمم ،حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ ۲۰ جون ۲۰۲۰ کا انتقال ۶۲ سال کی عمر ہوا، کئی دہائیوں سے آپ جامعہ بنوریہ کراچی میں انتظامی اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے ۔آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے ،ان کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ بنوریہ العالیہ کراچی کا شمار پاکستان کے چند ممتاز بڑے دینی مدارس میں ہوتا ہے اور جہاں ہزاروں ملکی اور خصوصاً غیر ملکی طلبا و طالبات زیر تعلیم اور رہائش پذیر ہیں۔ پوری دنیا میں جامعہ بنوریہ کے مثالی نظام تعلیم وتربیت کی دھاک آپ ہی کی بدولت ہے ،درس و تدریس اور فرائض ومنفرد اہتمام کے علاوہ آپ نے کئی علمی کتابیں بھی لکھیں جس نے علمی دنیا سے داد تحسین حاصل کی۔ آپ کی عملی ودینی وفلاحی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمہ اللہ کی نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے پڑھائی،ان کو جامعہ بنوریہ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، ان کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگیا،اللہ تعالی حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور جملہ پسماندگان اور مرحوم کے صاحبزادگان حضرت مولانا نعمان نعیم،مولانا فرحان نعیم وفضلاء بنوریہ کوصبر جمیل عطا فرمائے۔

محترم جناب سید منور حسن مرحوم کی وفات

جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر جناب سید منور حسن مرحوم ۲۶ رجون ۲۰۲۰ءکوکراچی میں دارالفنا سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر کے رب العزت کے حضور پیش ہوگئے،محترم سید منور حسن مرحوم ایک درویش صفت انسان تھے،ان زندگی کا ایک بڑا نصب العین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول تھا۔ وہ بہت ہی شفیق طبیعت کے مالک تھے جس سے بھی ملتے تو محبت، الفت اور خندہ پیشانی سے ملتے، نام ونمود اور شہرت سے کوسوں دور تھے، ہروقت مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور زبوں حالی پر فکر مند رہتے، چونکہ وہ ایک فکری اور انقلابی شخصیت تھی اور اپنی آخری سانس تک دینی ونظریاتی جدوجہد میں مصروف عمل رہے۔آپ انتہائی سادہ اور درویشانہ زندگی گزارتے تھے ، ایسے درویش وفقیر منش صفت انسان آج کی اس دنیا میں دیکھنے کو بہت کم ملتے ہیں،زندگی کا ایک بڑا حصہ دو کمروں کے کرائے کے گھر پر ہی گزار دیا۔

شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ کے ساتھ آپ کئی دینی تحریکوں اور محاذوں کا حصہ رہے، حضرت شہیدؒ اور ان کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے، آپ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ہمراہ دفاع پاکستان کونسل سمیت مختلف دینی اتحادوں میں شانہ بشانہ شامل رہے، آپ بلاخوف لومہ لائم حق بات بیا کی اور ڈنکے کی چوٹ پر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی طرح کہا کرتے تھے، اپنے نظریات کے ساتھ وابستگی اور جرات اظہار دونوں مرحومین کے درمیان قدر مشترک تھیں، اس گئے گزرے دور میں آپ جرات و بہادری کا روشن مینار تھے۔اللہ تعالیٰ سید منور حسن صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔اس عظیم صدمہ اور سانحہ میں ہم ان کے پسماندگان اور جماعت اسلامی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔آمین

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دارالعلوم کے مخلص
جناب ڈاکٹر کرنل مختار حامد شاہؒ کی وفات

دارالعلوم حقانیہ کے شوریٰ کے ممبر، انتہائی مخلص ومخیر جناب ڈاکٹر کرنل مختار حامد شاہ صاحب بھی گزشتہ دنوں کورونا کی بیماری کے باعث انتقال فرما گئے۔آپ پاکستان کے معروف پرائیویٹ ہسپتال (کڈنی سنٹر راولپنڈی) کے مالک تھے اور آپ کی شہرت عالمی سطح پر گردوں کی کامیاب پیوند کاری کی وجہ سے مسلم تھی۔ پاکستان میں گردوں کی پیوند کاری متعارف کرانے میں آپ کا بنیادی کردار ہے، ہزاروں مریض آپ کے ہاتھوں شفایاب ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو متعدد صلاحیتوں سے خوب نوازا تھا۔دینی حمیت، عقیدہ ختم نبوت سے عشق اور نظریہ پاکستان سے محبت آپ کے بنیادی اجزائے ترکیبی تھے، دینی مدارس کی ترقی اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ تواضع، انکساری اور انسانی جذبہ اخوت وغمخواری سے سرشار متاثر کن شخصیت تھے، شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے بہترین چاہنے والے دوستوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں طلبہ کی رہائش وتدریس کے لئے چارمنزلہ بہت بڑی عمارت بنائی تھی، اس کے علاوہ جامع مسجد کی تعمیر میں بھی آپ اور آپ کی فیملی کے معزز ممبران نے

امداد کی تھی۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ دینی خدمات اور صدقہ جاریہ قبول فرمائے اور آپ کے جانشین ،عشق رسولؐ کی دولت سے مالا ،باغ و بہار شخصیت کے مالک برادرم جناب ڈاکٹر زاہد صاحب اور ہمارے رفیق مکرم جناب ڈاکٹر توصیف صاحب ومحترمہ بیگم صاحبہ ،دارالعلوم کے سرپرست جناب الحاج دلاور خان صاحب ،جناب طارق خان خٹک وغیرہ کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین ،ان کی تعزیت کے لئے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب ،نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب،مدیر مسؤل حضرت مولانا راشد الحق صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے اور وہاں پر اہل خانہ سے تعزیت کی۔دارالعلوم میں اپنے محسن ڈاکٹر صاحبؒ کیلئے خصوصی طور پر دعائے مغفرت اور ختمات قرآن پڑھے گئے۔

دارالعلوم کے سابقہ ناظم ،دفتر اہتمام
مولانا اعجاز حسین حقانیؒ کی وفات

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل اور بے لوث خادم وناظم دفتر اہتمام مولانا اعجاز حسین بھی گزشتہ دنوں ہمیں داغ مفارقت دے گئے ،مولانا اعجاز صاحب نے زندگی کا بڑا حصہ اپنی مادرعلمی کی شبانہ روز خدمت میں گزارا، دارالعلوم کے قدیم فضلاء واساتذہ مولانا اعجاز حسین کی خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز حافظے وطرز نظامت سے خوب آشنا ہیں۔آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے انتہائی مقربین میں سے تھے، آپ بیک وقت دفتر اہتمام ،دفتر تعلیمات ،دفتر کتب خانہ، اور دیگر مختلف شعبوں کے انتظام والصرام کے اہم ذمہ دار تھے۔آپ کا تعلق اکوڑہ خٹک سے تھا اور بچپن ہی سے دارالعلوم سے وابستہ ہو گئے تھے، اور زندگی بھر دارالعلوم کی خدمت وترقی میں گزاری۔ بدقسمتی سے دس پندرہ برس سے مختلف بیماریوں اور عوارض نے انہیں گھیرا ہوا تھا لیکن پھر بھی دارالعلوم سے تعلق آخر دم تک قائم رکھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں باصلاحیت اور باکمال عالم برخوردار مولانا محمود الحسن حقانی عطا فرمایا ہے، حالت نزع میں بیٹے سے قرآن کی تلاوت پڑھنے کو کہا اور آدھ گھنٹے تک قرآن کی تلاوت سنتے سنتے جان جان آفرین کے سپرد کردی۔دارالعلوم کی خدمات اللہ تعالیٰ ان کے نامہ اعمال میں لکھے اور انکے درجات بلند فرمائے۔جامعہ میں ان کیلئے بھی خصوصی دعائے مغفرت کی گئی۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب
ضبط و ترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں کا شکریہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم امابعدفاعوذباالله من الشيطان الرجيم بسم اللهالرحمن الرحيمقال الله تعالى فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة:۱۵۲)

محترم سامعین! آپ کے سامنے میں نے سورہ بقرہ کی ایک آیت تلاوت فرمائی ،جس میں اللہ تعالیٰ دو باتوں کا خصوصی طور پر ذکر فرمارہے ہیں پہلی بات یہ کہ تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کرونگا اور دوسری بات یہ کہ میرا شکریہ ادا کرتے رہو اور میری نعمتوں کی ناشکری نہ کرو۔

پہلی بات یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کیلئے سراسر نفع اور کامیابی کی ضامن ہے جبکہ دوسری بات یعنی عدم شکر بلاشک وشبہ نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے۔

بہرحال اللہ کی یہ بہت بڑی مہربانی ،احسان اور شفقت ہے کہ ہمیں شکر ادا کرنے کی توفیق بھی وہ خود ہی بخشتا ہے، ایک موقع پر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ آپ میری ظاہری اور معنوی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو، ظاہری نعمت جو سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے وہ سلطنت ہے، پھر داؤد علیہ السلام کی سلطنت جس کی آج تک مثال نہیں ملتی اور دوسری قسم ان میں سے سب سے بڑی نعمت نبوت کا ملنا ہے، لہٰذا داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، میں کیسے آپکی بے بہا نعمتوں کا شکریہ ادا کروں، حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے سے عاجز ہوں، تب اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ داؤد! بس یہی میری نعمتوں کا شکریہ ہے کہ آپ نے اپنے آپکو عاجز سمجھ لیا۔

انسانی جسم میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں

میرے محترم دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے انتہا و لامتناہی نعمتوں سے نوازا ہے جس کی کوئی بھی بندہ کسی بھی طریقہ سے گنتی نہیں کرسکتا ہے، باہر کی نعمتیں تو بعد کی بات ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے جسم کے اندر بے شمار نعمتیں چھپی ہوئی ہیں وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاريات:۲۱) ماہرین

سائنس نے انسانی جسم کے اندر چند نعمتوں پر تحقیق کی ہے، ماہرین کہتے ہیں کہ انسانی جسم میں اللہ تعالیٰ نے خودکار سسٹم لگایا ہوا ہے، پلک جھپکنے سے پہلے یہ خودکار مشین اپنا کام شروع کر دیتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ دماغ کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو تار بچھائی ہے، ایک تار کے اندر ایک لاکھ کمپیوٹر کا نظام سما سکتا ہے اور اگر جسم انسانی کے اندر جو نیورو سسٹم ہے اس کو بھی بالفرض الگ الگ کرکے باہم جوڑا جائے تو پوری دنیا کے گرد دو چکر کاٹے جاسکتے ہیں اور اگر انسان کے جسم پر مکھی بیٹھی ہو یا کوئی چھوٹی سی چیز پڑے تو فوراً دماغ کو ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ بار اطلاع ملتی ہے، دماغ اور نیورو سسٹم اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتیں ہیں، نیند کرتے وقت انسان کے دماغ میں یہ بخارات چڑھ کر دماغ میں پہنچ جاتے ہیں، جس طرح دریاؤں میں ہوائیں چل کر بادل اٹھاتے ہیں اور اس میں جو بخارات اٹھتے ہیں وہ بارش کی شکل میں فلٹر ہوکر ہمیں صاف ستھرے پانی کی صورت میں ملتے ہیں، اسی طرح انسان کے دماغ سے بخارات اٹھ کر دماغ میں چل کر پورے جسم کو بے حس وحرکت کر دیتے ہیں، اسی وقت انسان کی ریڑھ کی ہڈی بیدار رہتی ہے اور انسان کو الٹ پلٹ کر دیتی ہے۔رات کو ایک انسان پچیس بار کروٹ لیتا ہے۔

اسی طرح ہماری آنکھوں کا نظام ہے جس کے اندر پانی بھرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بلب لگا رکھا ہے جس میں روشنی بھری ہوئی ہے پھر اس آنکھوں کے گرد اللہ تعالیٰ نے پپوٹے رکھے ہیں تاکہ آنکھ ہر قسم کے ضرر سے محفوظ ہو، ایک بندے کا ایکسیڈنٹ ہوکر پپوٹا کٹ گیا اور آنکھ تو بہرحال محفوظ رہی لیکن تھوڑی دیر بعد اس پر گردوغبار جم جاتا ہے پھر وہ شخص انگلی تر کرکے آنکھوں کو صاف کر لیتا ہے مگر اس کو بڑی تکلیف ہوتی ہے تب اس کو پتہ چلتا کہ آنکھ پر یہی پپوٹا کتنا قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے؟ آنکھوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے پلکیں بنائی ہیں جو آنکھ کی طرف آنے والی چیز سے پہلے ہی بند ہو جاتی ہے اور انکھ کو ضرر پہنچانے سے بچاتی ہے، اسی طرح ہمارے کان، ہمارے ہاتھ پیر، انگلیاں، ناخن وغیرہ غرض ہر ایک نعمت کے اندر ہزاروں نعمتیں چھپی ہوئی ہیں، جس کا ہمیں شکریہ ادا کرنے کا حکم ہے اور نعمت کی قدر تب ہوتی ہے جب نعمت ہاتھ سے نکل کر چلی جائے۔

ایک انوکھا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص لولا لنگڑا، ہاتھ پاؤں شل، گردن ٹیڑھی، مڑی ہوئی تمام حسن زینت ندارد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اسی حال پر

پروردگار کا شکریہ ادا کرو، کہنے لگا کس نعمت پر شکر ادا کروں؟ سب کچھ ندارد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تجھے بول و براز آسانی سے آتا ہے؟ کہنے لگا ہاں! فرمایا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے رہو، تب اس کو احساس ہوا کہ واقعی امیر المومنین کی بات ٹھیک ہے، مجھے بول براز میں کوئی دقت نہیں، بہر حال پروردگار عالم کی ہر نعمت پر شکر ادا کرنا انسان کے ذمہ واجب قرار دیا گیا ہے، اس کو مقام شکر کہتے ہیں، اس مقام شکر کو کیسے حاصل کیا جائے؟ آج آپ لوگوں کو یہی کچھ مختصر بتلانا ہے۔

شکر کی حقیقت

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن حقیقی کی نعمتوں کا اس طرح اقرار کرنا کہ اس سے دل میں محسن کی محبت اور اس کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو، گویا شکر کی تین لازمی عناصر ہیں (۱) احسانات کا اقرار و اعتراف کہ جتنی نعمتیں مجھے حاصل ہیں وہ سب کی سب اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہیں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے عطا فرمائی ہیں، اس کا اعتراف اور اقرار کرنے کے لئے یہ صبح وشام پڑھ لینی چاہیے اللھم مااصبح بی من نعمت او بأحدہ من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك (۲) پروردگار عالم کو تمام مخلوق سے محبوب جاننا کیونکہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں (۳) یہی جذبہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں میرے اوپر ہیں اسی کا تقاضا ہے کہ میں زندگی میں اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کروں جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں، اس کی مرضی کے مطابق کاموں میں خرچ کروں اور خلاف ورزی کے کاموں میں خرچ کرنے سے بچوں، جب تین خصلتیں کسی بندہ کے دل میں پختہ ہو جائیں تو اس شخص کو مقام شکر حاصل ہوا ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ شکر نعمت یہ ہے کہ نعمت دہندہ کو دیکھو اور نعمت کو نہ دیکھو، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شکر نعمت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھیں، حضرت نوح علیہ السلام! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر کرنے والے تھے، جو چیز کھاتے فوراً الحمدللہ کہتے جو پیتے فی الفور الحمد اللہ فرماتے، چلتے پھرتے الحمداللہ کہتے، کپڑے پہنتے تو الحمدللہ کہتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف فرمائی اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بنی اسرائیل : ۳) یقیناً نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت شکرگزار بندے تھے۔

سب سے بڑا شکر

خداوند قدوس کی سب سے بڑا شکر عقیدہ توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور جاننا ہے،وہی ذات اور جمیع صفات میں یکتا ہے،اس نے تمام انس و جن پر بڑی تعداد میں احسانات فرمائے ہیں لہٰذا کسی منکر کو انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام انعامات کا انکار کر سکیں اور اگر انسان اپنے جسم میں ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات شمار کرنا چاہے تو عاجز ہو جائے گا اس لیے ہمیشہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ناشکری سے بچنا چاہیے۔

ناشکری کا انجام

ناشکری کا انجام تباہی اور بربادی ہے،حرمان وخسران کے علاوہ کچھ نہیں،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قوم سباء کی ناشکری کا انجام ذکر فرمایا اور اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ ناشکر گزاروں کی آخرت کیسی ہوتی ہے فرمایا لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ (السباء:١٥) یہ قوم سبا کے لیے ان کے رہائشی مکانات (وطن) قدرت کی بڑی نشانیاں تھیں،دائیں بائیں باغات کے سلسلے اللہ نے حکم دیا تھا كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ(السباء:١٥) اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھا کر اس کا شکر ادا کرو،مختصراً یہ کہ وہ لوگ خوب نعمتوں سے مالا مال تھے اور دور دور کے سفر بلا خوف و خطر کرتے تھے،مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ راستے کے دونوں طرف گنجان درختوں کے دورویہ قطاریں تھیں،پھل اتنا ہوتا تھا کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکری رکھ کر چلتی تو وہ ٹوکری خود بخود میوے سے بھر جاتی قرآن کریم میں ہے: فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ(السباء:١٦) ان بدبختوں نے شکر کرنے کی بجائے ناشکری اختیار کی اور اعراض کرنے لگے تو ان پر عدم شکر کی پاداش میں ہم نے بند کا سیلاب چھوڑ دیا یعنی وہ ڈیم جو ملکہ بلقیس نے بنوایا تھا ہم نے چوہوں کے ذریعے سے اس کی دیواریں کھوکھلی کر کے پانی کے دباؤ سے گرا دیا،اور پانی کا ایک تیز ریلا چھوڑ دیا جو ان کے درختوں،باغات اور اموال کو بہا کر لے گیا،اس کے بعد ہم نے ان کے بعد کے بدلے میں ایسے دو باغ بدل دیئے جو کڑوے،بدمزہ،خاردار اور بے پھل تھے آگے فرمایا:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَ هَلْ نُجْزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ(السباء:١٧)

یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو اس پر کہ ناشکری کی (انہوں نے) اور ہم یہ بدلہ ناشکری

کرنے والوں کو ہی دیتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کرنے کی تلقین

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے تم سے محبت ہے لہٰذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا مت بھولنا۔

اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك (ابوداود)

''اے اللہ! تو میری مدد فرما تجھے یاد کرنے میں تیرے شکر ادا کرنے میں اور اچھی عبادت کرنے میں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے رب أعنی ولا تعن علی جس میں یہ بھی فرماتے رب اجعلنی لك شكاراً لك ذكاراً لك رهاباً لك مطيعاً اليك مخبتاً اواهاً منیاً یعنی اے اللہ! میری مدد فرما! میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما، اور پھر فرماتے کہ اے میرے رب! مجھے اپنا شکر گزار بندہ بنا، اپنا ذکر کرنے والا بنا، اپنے سے ڈرنے والا بنا، اپنا تابعدار بنا، اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا اور تیرے خوف سے آہیں بھرنے والا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا، ان دعاؤں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالی کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر لیا کرتے تھے، صبح سے شام تک سینکڑوں کام ایسے ہوتے ہیں جو بندے کی مرضی کے موافق ہوتے ہیں، مثلاً جب رات عافیت سے گزری، مزے کی نیند آئی صبح آنکھ کھلی، صحت بالکل درست ہے تو کہہ دو الحمدللہ، گھر کے سارے چھوٹے بڑے خیروعافیت سے ہیں کہہ دو الحمدللہ، نماز باجماعت کی توفیق ملی تو کہو الحمدللہ، چائے پی لی، ناشتہ کیا تو کہو الحمدللہ، مزدوری ملی، کام پر صحیح وقت پر پہنچے تو الحمدللہ کہیں، گرمی میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا تو کہیں الحمدللہ، سردی میں گرم کپڑے ملیں تو کہیں الحمدللہ۔

غرض جو کام چھوٹا ہو یا بڑا طبیعت کے موافق ہوجائے یا کوئی دعا قبول ہو جائے، جس بات سے بھی دل کو سکون ومسرت لذت وفرحت حاصل ہو اس پر دل و جان سے شکر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے اس کام میں نہ تو وقت لگتا ہے، نہ مال خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی محنت لگتی ہے، الٹا نعمت کو مزید کھینچتی ہے، گزشتہ ملنے والی نعمت کو باقی رکھتے ہیں، اللہ تعالی مجھے اور آپ سکو ہر ہر نعمت پر خواہ ظاہری ہو یا باطنی دنیاوی ہو یا اخروی چھوٹی ہو یا بڑی، ہزار بار شکر ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، امین۔

(قسط ۲)

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس

دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کی دلچسپ روئیداد

احقر اور برادر بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور قائد ملت اسلامیہ مولانا مفتی محمودؒ کی معیت میں دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ منعقدہ مارچ ۱۹۸۰ء میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا تھا۔اس وقت جو مناظر، اکابرین کی زیارت و ملاقات، فضلاء دیوبند بالخصوص حضرت والد صاحب کی دستار بندی، اور علماء و اولیاء کی صحبتیں نصیب ہوئیں، اپنی ڈائری میں طالب علمانہ رپورٹ لکھتا رہا۔ زعمائے ملت کے خطبات بھی سنے، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مفصل خطبۂ استقبالیہ، مولانا سید ابوالحسن ندوی کا انقلابی خطاب، مولانا مفتی محمودؒ کی بصیرت افروز تقریر، والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا مختصر مصلحانہ بیان اپنی تمام اداؤں کے ساتھ اب تک دل و دماغ کی سکرین پر ثبت ہے۔دنیا بھر سے آئے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے زعماء کے خطابات، مسئلہ فلسطین، اسلامی ممالک کی رفتار سست اور انگریز کی دلچسپی کے وجوہ، بین الاقوامی حالات، دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر، تحریک حریت میں علماء حق کی قربانیاں، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کا صد سالہ مجاہدانہ کردار، برطانوی حکومت کے ظلم و استبداد کے واقعات اور برصغیر میں علماء کرام اور زعمائے اہل حق کی انگریز دشمن سرگرمیوں کی تفصیلات اور ان کے افکار عالیہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے امت کی علمی و دینی اور ملی قیادت کو لاکھوں کے مجمع سے ایک سٹیج میں یکجا خطاب کرتے ہوئے سُنا۔اس موقع پر جو کچھ میں نے دیکھا اور جس طرح سمجھا اس وقت کے مناظر اور حالات کے مطابق اپنی ڈائری میں محفوظ کرلیا تھا۔حسنِ اتفاق سے وہی ڈائری سامنے آگئی تو پُرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔دل میں خیال آیا کہ اکابر کا تذکرہ ہے، مبارک اجتماع کی دلچسپ علمی اور روحانی روئیداد ہے اسے بھی امت کے حضور پیش کردیا جائے، مگر یاد رہے کہ اس تحریر میں مقالہ نویسی والا تسلسل اگرچہ نہیں ہے، البتہ اس کی حیثیت ایک تاریخی یادداشت کی ضرور ہے جس سے تاریخ کے طلباء کو بھی بہت سا مواد مل سکتا ہے، پھر واقعات و حکایات کی چاشنی بھی ہے، اور ان کی روحانیت کی مٹھاس بھی، علماء اولیاء، صلحاء، فضلاء اور اہل ایمان کی گہما گہمی بھی ہے، اور نصائح و مواعظ کی ولآویزی بھی، اور دارالعلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کی ایک خوبصورت تصویر بھی۔اس کی اشاعت سے تاریخ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قارئین پڑھیں گے تو حظ وافر حاصل کریں گے انشاء اللہ۔

جلسہ گاہ اور پنڈال کی طرف روانگی

صبح اٹھے ناشتہ ودیگر معمولات سے فراغت کے بعد حضرت والد صاحب کے پاس حاضری دی۔ چونکہ اس دن یعنی ۲۱ مارچ جمعہ کو ظہر کے بعد باقاعدہ اجتماع شروع ہونا تھا اور جمعہ کی نماز بھی پنڈال میں پڑھانے کا پروگرام تھا اسلئے ہر کسی نے حتی الامکان کپڑوں وغیرہ کی تیاری اور غسل وغیرہ کا اہتمام شروع کردیا تھا۔ ابھی تک جلسہ گاہ ہماری اقامت گاہ سے کافی دور ہونے کیوجہ سے ہم میں سے کسی کو بھی جلسہ گاہ کو تفصیلی دیکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد جلسہ گاہ کی طرف رخ کرنے کا ارادہ کردیا۔ حضرت والد صاحب وحضرت مفتی صاحب وبرادرم محترم مولانا سمیع الحق تو گاڑی کے ذریعہ جلسہ گاہ تشریف لے گئے۔ بندہ کا جناب حبیب الرحمن رساپور والے جو اس شہر میں ہمارے شہر کے ہیں راشد وحامد کو ساتھ لیکر ساڑھے بارہ بجے جلسہ گاہ کی طرف چل پڑے۔ لوگوں کی کثرت کیوجہ سے راستے میں انتہائی گردوغبار تھا حالانکہ حکومت ہند اور جلسہ کے منتظمین نے سڑکوں وغیرہ کا کافی انتظام کیا ہوا تھا۔ ہزاروں ہینڈ پمپ لگائے ہوئے تھے۔ دارالعلوم کے عمارات سے لیکر کئی میل تک سڑک کے دونوں جانب ہزاروں نئے دکان سجے ہوئے تھے۔ کتب اسلامی، جلسہ گاہ وغیر اسلامی اور تاریخی کتابوں کے کئی اسٹال لگے ہوئے تھے۔ بے شمار ریستوران اور قہوہ خانے مہمانوں کی سہولت کیلئے عارضی طور پر مختلف مقامات سے جلسہ گاہ منتقل ہو چکے تھے۔

جلسہ گاہ کی وسعتیں

کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد کیمپوں کے قریب پہنچ گئے مگر تعجب کی بات یہ کہ ہر بار جب کسی کیمپ کی قریب پہنچتے اور وہاں ہزاروں بیٹھے ہوئے آدمیوں کو دیکھتے تو خوش ہوجاتے کہ چلو جلسہ گاہ پہنچ گئے ہیں اور اب بآسانی نماز جمعہ میں شرکت کرلیں گے۔ کیونکہ ہر کیمپ میں لاؤڈ سپیکر سامعین کی سہولت کیلئے نصب تھے۔ مگر بعد میں کچھ دیر ٹھہرتے اور وہاں لگے ہوئے بینروں اور واردین کے بستروں سے اندازہ ہوتا کہ یہ تو جلسہ گاہ اور پنڈال نہیں بلکہ کسی علاقہ کا مخصوص کیمپ ہے۔ جبکہ ہر کیمپ میں بیس پچیس ہزار اشخاص کے رہنے اور بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ خواہش یہ تھی کہ پنڈال کے اندر خطیب وامام کے قریب پہنچ کر نماز جمعہ ادا کریں جبکہ ہر بار جب ایک کیمپ کو عبور کرتے تو دوسرے طویل وعریض کیمپ کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ یہ دو تین میل کا علاقہ کیمپوں ہی پر مشتمل تھا اور ہر کیمپ لوگوں سے بھرا پڑا تھا اور راستے پر گزرتے وقت بھی لوگوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے چلنے میں دقت پیش آرہی تھی۔ کافی دیر تک ہم نے آگے پنڈال کو پہنچنے کی کوشش کی مگر بالآخر آذان شروع ہوئی اور ہم نے ایک

کیمپ سے باہر جو جلسہ گاہ سے کافی دور تھا پہلے سے بنے ہوئے صفوف میں اپنے بیٹھنے کیلئے بمشکل جگہ بنائی اور بیٹھ گئے۔ اگر اذان نہ بھی ہوتی تو شاید یہیں بیٹھتے کیونکہ گردوغبار اور کافی دیر تھکاوٹ آگے جانے میں رکاوٹ بنتا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھی

خطبہ واذان کے بعد حضرت قاری محمد طیب صاحب نے خطبہ جمعہ شروع کردیا اور بعد میں نماز جمعہ بھی اسٹیج ہی سے انہوں نے خود پڑھایا۔ نماز اور سنتوں وغیرہ سے فراغت کے بعد ہجوم سے گھبراہٹ کی وجہ سے بعض ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ اب کافی تھک چکے ہیں اور آگے چلنے پر کچلنے کا بھی خطرہ ہے۔ اسلئے واپسی میں عافیت ہے۔

سٹیج کا منظر

مگر میرے اصرار پر ہم لوگ واپس آنے کے بجائے دوبارہ مختلف سمتوں سے جلسہ گاہ جہاں اب نماز کے بعد باقاعدہ اجلاس شروع ہونا تھا روانہ ہوگئے۔ کافی دیر چلنے کے بعد جلسہ گاہ کے رخ کا تعین کرکے پنڈال کے اس گیٹ پر جو کہ کسی خاص غالباً پریس والوں کی داخلہ کیلئے بنایا گیا تھا پہنچ گئے۔ وہاں پر کھڑے رضا کاروں نے ہم کو سختی سے اس راستہ سے داخل ہونے سے منع کردیا مگر حافظ حبیب الرحمٰن کے حاضر جوابی سے متاثر ہوکر ہم کو اندر داخلہ کی اجازت دیدی۔ وہ پنڈال کے آگے بالکل ابتدائی حصہ تھا اس سے آگے چند کرسیاں پریس والوں کیلئے رکھ دی گئی تھیں اور اس کے ساتھ متصل سٹیج تھا جس پر کم وبیش ۲، ۳ ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ پنڈال بھی عجیب طرز کا بنایا گیا تھا لاکھوں لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش اور اسپر پورا پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

وزیراعظم ہند کی آمد

ویسے رات ہی سے یہ مشہور تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد والے اختتامی اجلاس میں وزیراعظم ہند اندرا گاندھی بھی شریک ہوگی مگر نظام الاوقات میں اُن کا نام وپروگرام میں نہ ہونے کی وجہ سے ان کے آنے کے بارے میں شبہ تھا مگر جب ہم لوگ پنڈال کے اندر داخل ہوئے اور چونکہ ہم سٹیج کے انتہائی قریب تھے اسلئے داخل ہوتے ہی دیکھا کہ صدارت کی کرسی پر ہندوستان کی وزیراعظم ہند اندرا گاندھی بیٹھی ہیں۔ دائیں طرف اسلامی ممالک کے وزراء اور وفود اور بائیں طرف حضرت والد صاحب اور حضرت مفتی صاحب ودیگر علماء عظام واکابر اور ان کے پیچھے سینکڑوں کی تعداد میں علماء

وبزرگان دین کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ اندرا گاندھی کے قریب ہی کرسی پر حضرت قاری محمد طیب صاحب تشریف فرما تھے اور لاؤڈ سپیکر تو حضرت مہتمم صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد سالم نے سنبھالا ہوا تھا۔

افتتاح اجتماع

جلسہ کا افتتاح عالم اسلام کے مشہور قاری قاری عبدالباسط مصری جو کہ مصری جشن کے تقریبات میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے کی تلاوت سے کی گئی۔ ان کی تلاوت کے بعد حضرت قاری صاحب کا خطبہ صدارت سنانے کا اعلان کیا گیا۔ کچھ دیر انہوں نے خطبہ سنایا ہی تھا کہ جلسہ گاہ کے سامنے آخری حصہ کے لوگوں نے لاؤڈ سپیکر کی آواز نہ سننے اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو بیٹھنے کیلئے آوازیں شروع کر دیں۔ ابتداء تو یہ شور وغل قابل برداشت تھا مگر آہستہ آہستہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی وجہ سے سٹیج تک تقریباً سارے لوگ کھڑے ہوگئے اور یہ شور وغل بڑھتا گیا اس دوران ہند کے وزیر اعظم انتہائی سکون وآرام سے بیٹھی رہی اور ان کی چہرے پر اس بدنظمی کے کوئی اثرات نمودار نہ تھے۔ حضرت قاری صاحب کو اپنا یہ خطبہ جس میں وہ قصبہ دیوبند کے تاریخی حالات اور دارالعلوم کے تاسیس اور اس کے ابتدائی مراحل ومدارج بیان کر رہے تھے کو درمیان ہی سے منقطع کرنا پڑا۔ انہوں نے اور بعض دیگر حضرات نے بار بار مائیک پر لوگوں کو صبر وسکون اور نظم وضبط سے جلسہ گاہ میں بیٹھنے اور سننے کی تلقین کی۔ مگر یہ تمام اپلیں کوئی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکیں۔

مولانا اسعد مدنی کا مؤثر انداز

کہ اتنے میں حضرت مولانا اسعد مدنی نے لوگوں سے بیٹھنے کی اپیل کی۔ اور اس دوران جلسہ کے رضا کار حرکت میں آکر لوگوں کو بٹھانے لگے۔ آہستہ آہستہ یہ شور وغل کم ہوتا گیا۔ اور بالآخر پورے مجمع پر پھر وہی سکون طاری ہوگیا جو ابتداء ہی سے تھا۔ اب چونکہ کافی وقت ضائع ہو چکا تھا حضرت قاری صاحب نے باقی ماندہ خطبہ سنانا مناسب نہ سمجھا۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ سے اقتباس

حضرت قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ سے ایک اقتباس نذر قارئین ہے:

''دارالعلوم محض ایک تعلیم گاہ ہی نہیں بلکہ ایک علمی تربیت گاہ بھی ہے جہاں علم کے ساتھ عمل صالح، اخلاق فاضلہ اور کثرتِ ذکر کی روح بھی طلبہ پھونکی اور پیوست کی جاتی ہے۔ اس ادارہ میں

حسنِ سلوک و احسان کے تحت شخصی تربیت کے علاوہ اصولی وعلمی طور پرفن کے مسائل کو کتاب و سنّت سے واشگاف کر کے اس مصنوعی تصوف پر کاری ضرب لگائی ہے جو فی زمانہ بنام تصوف چند بندھی جڑی رسوم و بدعات ومحدثات کا مجموعہ ہوکر رہ گیا ہے،اس لیے یہاں پڑھ کے نکلنے والوں میں علم کے ساتھ عزتِ نفس، وقار، استغناء اور خودداری کے ساتھ خاکساری، تواضع، زہدوتقویٰ اور صلاح ورشد کی روشنی بھی راسخ ہوتی ہے جو اس کے فروعی مدارس میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔دارالعلوم دیوبند برّ صغیر کے مدارس و جامعات میں امّ الجامعات ہے۔اس لیے اسے ازہرالہند بھی کہا جاتا ہے،جسکے فیضان سے ہزارہا مدارس و معاہدہ چل رہے ہیں اور لاکھوں کے قلوب میں ایمانوں کی حفاظت ہورہی ہے اور بیشمار افرادطریق سنّت پر لگے ہوئے ہیں۔اسی طرح اس دَور کی عقلیت پسندی اور خوگرئ محسوسات چونکہ نقلیات دین کے ماننے میں حارج ہوتی تھی اس لیے انہی فضلائے دارالعلوم دیوبند نے قاسمی رنگ سے متکلمانہ انداز کی بھی سینکڑوں تصانیف سطح پر لا رکھیں جس سے نام نہاد عقلی شکوک وشبہات، تمدنی تاویلات اور معاشی تحریکات کا پردہ یکسر چاک ہوگیا۔ان فضلائے کرام کو اگر چہ دستار وسند تو آج دی جارہی ہے،لیکن بہت پہلے سے اپنی خدمات وتعلیمات سے خودسند ومستند ثابت ہو چکے ہیں۔''

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا روح پرور خطاب

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب اجتماع کی جان اور پیغام قرار دیا گیا۔''اقتباس'' نذرِ قارئین ہے۔''حضرات!یہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء جن کو دستارِ فضیلت ملنے والی ہے،ان سے اس درس گاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

☆...... اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مذکور کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے۔)

☆...... اتباع سنت کا جذبہ اور فکر۔

☆...... تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر وحضوری اور ایمان واحتساب کا جذبہ۔

☆...... چوتھا عنصر یہ ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش۔

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے ،اگر انمیں سے کوئی عنصر کم ہوجائے تو دیوبندیت ناقص...... فضلائے دارالعلوم دیوبند کا شعار رہا ہے اور وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔''

مختلف ممالک کے سربراہان کے پیغامات

اس کے بعد مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے وفود اور وزراء نے اپنے سربراہوں کے جشن صدسالہ دیوبند کے بارے میں پیغامات وخطابات سنانے شروع کردیے۔ ابتداء میں سعودی مندوب نے شاہ خالد اور شہزادہ فہد کی جانب سے دارالعلوم دیوبند کے خدمات کو سراہتے ہوئے مبارکبادوی اور پیغامات پیش کردیے اور اپنے مملکت کی جانب سے دارالعلوم کی اعانت کے سلسلہ میں خطیر رقوم کا بھی اعلان کردیا۔

وزیراعظم ہند کا خطاب

ان پیغامات کے سنانے کے بعد اندرا گاندھی نے تقریر کردی۔ تقریر سے پہلے جتنے دیر تک اندرا کرسی صدارت پر بیٹھی رہی جب بھی اس کے ساڑھی کا پلو جو کہ اسنے اپنے سر کو ڈھاپنے کیلئے سر پر سختی سے ڈالا ہوا تھا اگر ذرا بھی ڈھیلا ہوجاتا تو فوراً اسی طرح سر کو دوبارہ چھپانے کی کوشش کرتی اور اس طرح آخروقت تک اپنے کھلے بازوؤں کو بھی ڈھاپنے کی کوشش کی۔ جب اندرا کی تقریر شروع ہوئی تو مجمع پر مکمل سکون طاری تھا۔ اس نے اپنے تقریر میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کو خوب داد تحسین پیش کیا اور کہا کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر سے انگریزوں کے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہند میں مسلمان ودیگر فرقے کے لوگوں کا یکساں خیال رکھا جائے گا اور حسب معمول کبھی بھی جو ہندومسلم فسادات بعض شرپسندوں کے ایماء سے ہوجاتے ہیں میری حکومت کی پوری کوشش ہوگی کہ مسلمانوں کے ساتھ کبھی بھی یہ زیادتی نہ ہو۔ چونکہ اس دفعہ ہند کے انتخابات میں اندرا گاندھی کو اکثر مسلمانوں کی حمایت حاصل رہی اور ہند میں مسلمانوں کی تعداد جواب پندرہ کروڑ کے قریب ہے۔ کسی حکومت بننے یا ٹوٹنے میں اصل کردار ادا کرتی ہے۔ اسلئے فی الحال تو اندرا جی مسلمانوں کی طرف جھکی ہوئی ہے اور ان سے خوب وعدے کررہی ہے مگر آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے کیونکہ کئی دفعہ پہلے بھی وہ ہند کے مسلمانوں سے وعدے اور سبز باغات دکھا چکی ہے مگر بعد میں نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ تقریر کرنے کے بعد دو چار منٹ کرسی پر بیٹھ کر ٹھہر گئیں پھر واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ (جاری ہے)

(قسط ۷۸) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی تجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال و سوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

شیخ الحدیث کی ملائمت، شگفتگی جیسا پرسکون اور مسکراہٹ سے بھرا چہرہ

اگر اپنا تاثر لکھ دوں تو شاید اسے میری از خود رفتگی کا نتیجہ بھی قرار دے دیا جائے۔ مگر اکابر علماء، مشائخ، فضلاء اور صالحین امت اور ہزاروں خوش بختوں جن کو اس روز حضرت شیخ الحدیثؒ کی دید و ملاقات اور آخری زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اپنے تاثرات اور شہادت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''ایسی ملائمت'' مسکراہٹ، اتنا سکون اور چہرۂ اقدس پر تازگی اور شگفتگی انہوں نے کبھی بھی کسی کی نہیں دیکھی۔ شیخ کی آنکھیں بند تھیں اور منہ بند لیکن لبوں پر ایسی مسکراہٹ کہ جس پر دل از خود رفتہ ہوتے، بے اختیار نثار ہوتے اور تڑپ جاتے تھے ان کا بیان تھا کہ ہم جوں جوں حضرت شیخ کے چہرۂ منور کو دیکھتے تھے ہمیں اپنے خانۂ دل میں روشنی نظر آتی تھی اور بخدا اس موقع پر اہل بصیرت

نے جس قدر کسب فیض اور تحصیل نور کیا اس سے قبل کبھی بھی اتنا نہیں کیا تھا۔ چہرۂ انور ایک گلزار، علم ومعرفت اور تسکین وسرور کا گلستان پُر بہار تھا۔ سب بے تاب تھے اور سب کی بس ایک ہی تمنا تھی کہ اس گلزار پُر بہار کو تمام عمر یونہی دیکھتے رہے اور ہمیشہ ہمیشہ اس کی بہاریں لوٹتے رہے۔

کوئی دس بجے جنازہ اٹھنا تھا نو بجے جامع مسجد دارالعلوم میں علماء کرام کی مختصر تقاریر کے بعد جب لوگ حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) سے مصافحہ کے لئے چل پڑے تو احقر چند رفقاء کو ساتھ لے کر جنازگاہ آرمی گراؤنڈ کی طرف چل دیا کہ وہاں ساڑھے نو بجے سے سٹیج ڈیوٹی احقر کی لگائی گئی تھی۔

ہر طرف سر ہی سر کا نظارہ

ہم سڑک پر آئے تو اژدحام کا وہی عالم، سڑک پر جانب مشرق جنازگاہ کی جانب بس سر ہی سر ہلتے نظر آتے تھے۔ ٹریفک جام تھی، انسانوں کا سیلاب تھا جو امڈ آیا تھا، دارالعلوم میں ڈیوٹی پر متعین کارکن لوگوں کو جنازگاہ پہنچنے کی ہدایت کرر ہے تھے کہ خود دارالعلوم کے احاطوں میں مزید کسی شخص کے در آنے کی گنجائش نہیں تھی، خود میرے لئے اب اس قدر بے قابو اژدحام کی وجہ سے جنازگاہ پہنچنا دوبھر ہوگیا۔ واقف کار ساتھیوں نے شہر کے مختصر راستوں سے جنازگاہ پہنچنے کی ترکیب بنائی۔ ہم دیوانہ وار دوڑ پڑے جن راستوں کو ہم نے خالی سمجھ کر اپنایا تھا وہ بھی انسانوں کے ہجوم سے اٹے پڑے تھے۔ دس منٹ کا مختصر راستہ آدھ گھنٹہ میں طے ہوا اور ہم جنازگاہ گئے۔ آرمی گراؤنڈ کا بطور جنازگاہ انتخاب ہوا تھا کہ اکوڑہ اور ملحقات کی تمام جنازگاہیں اپنی تنگ دامنی کے پیش نظر معذرت خواہ تھیں۔

جنازگاہ اور راستوں میں سہولت کے لئے بہترین انتظام

برادر گرامی قدر مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اپنے رفقاء سمیت رات بھر کی محنت سے نماز جنازہ کی صف بندی کے لئے لائنوں کے نشان، سٹیج کا انتظام وحفاظت، اکابر علماء اور مشائخ اور قومی رہنماؤں کو اگلی صفوں میں پہنچانے اور جگہ دینے کا اہتمام، دور دراز سے آنے والے قافلوں، بسوں، موٹروں، ویگنوں اور کاروں کے لئے پارکنگ کا تعین، رہنماء بینروں اور کتبوں کی لکھائی اور مناسب مقامات پر ان کا آویزاں کرنا، جنازگاہ میں پہنچنے کے لئے مختلف راستوں کا تعین، پینے اور وضو کے پانی کا بندوبست اور اس نوعیت کے ضروری امور کی تشکیل میں جس تندہی چستی اور سلیقہ مندی کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر جس طرح وہ اس میں کامیاب رہے اسے بھی کارکنوں کے خلوص اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ورنہ اتنے بڑے اجتماع اور بے پناہ اژدحام میں نظم وضبط

اور سلیقے اور ضابطے کو کون ملحوظ رکھ سکتا ہے بہر حال احقر جب جنازگاہ پہنچا تو دس بج چکے تھے۔ شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ مگر وارفتگی اور اشتیاق اور فرط جذبات کا یہ عالم کہ لوگ آپس میں بھچ چکے ہیں۔ پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے، جنازگاہ کے آخری کناروں تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے ہیں اور اس کے ساتھ چہار طرف سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا امڈ آنے والا سمندر اس پر مستزاد، احقر نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ صبر وتحمل، وقار اور دعا واستغفار کی اپیل کی اور بتایا کہ جنازہ دارالعلوم سے اٹھ چکا ہے، اتنے بڑے اجتماع واژدحام پھر شدت کی گرمی اور اپنے محبوب کیلئے اضطراب وانتظار میں کون کسی کا سنتا ہے؟ مگر یہ شیخ کی کرامت تھی کہ سب نے بات توجہ سے سنی اور ہماری درخواست پر جو جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا، یہاں پر پھر اکابر علماء اور مشائخ کی مختصر تقریریں ہوئیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان (شہیدؒ) نے انہیں اپنے دور کا عظیم محدث بے باک مجاہد، اور مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ نے شہید علم قرار دیا اور ان کے علمی و دینی، قومی وملی اور سیاسی کردار کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

دارالحدیث سے جنازگاہ کی طرف

ادھر ٹھیک دس بجے دارالحدیث سے حضرت قائد شریعتؒ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بے اختیار لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ جسدِ مبارک کو ایک سادہ چارپائی پر رکھا گیا تھا جس کے دونوں بازوؤں پر لمبے بانس باندھ دئے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہو سکے، (تاہم یہ نظم چلنے کا نہ تھا اس لئے کہ علماء وصلحا ومشائخ اور عوام الناس میں سے ہر کوئی شیخ الحدیث کے جنازہ کو کندھا دینے کا طلبگار تھا اور دو ڈھائی کلومیٹر تک یہ نظم وضبط برقرار رکھنا ناممکن نظر آرہا تھا، لہٰذا عین وقت پر جنازے کی چارپائی سے لمبے بانس کھول دیئے گئے اور چارپائی کو گاڑی کے ذریعہ جنازگاہ تک پہنچانے کا طے ہوا، میں خود باوجود صغرسنی کے یہ سب کچھ ملاحظہ کر رہا تھا، صاحب تحریر اس موقع پر موجود نہ تھے۔[عرفان الحق]) جنازہ کو دارالحدیث سے باہر لانے کے بعد ایک پک اَپ ڈاٹسن پر رکھ دیا گیا، اور جنازہ کا جلوس ڈیڑھ میل کا فاصلہ سوا گھنٹہ میں طے کرکے جب سوا گیارہ بجے جنازہ گاہ میں حضرت شیخ الحدیث کے جنازہ کی دور سے جھلک دکھائی دی تو مجمع کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، لوگ دیوانہ وار ادھر لپک پڑے مگر وہاں پہلے سے اس قدر اژدحام تھا کہ کسی کے در آنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔

شیخ الحدیث کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) اور مولانا انوار الحق، مولانا اظہار الحق (رحمۃ اللہ علیہ) اور پروفیسر محمود الحق حقانی جنازہ کے جلوس کے ہمراہ تھے، جلوس میں بھی شرکاء کا

اژدحام بے مثال تھا اور جب جنازہ کا جلوس دارالعلوم سے جانب مشرق آرمی گراؤنڈ کی طرف روانہ ہوا، جلوس کیا تھا؟ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک سیل بے پناہ، جنازے کے جلوس کا پہلا سرا جنازگاہ پہنچ چکا تھا مگر انتہا ابھی دارالعلوم سے بھی منقطع نہیں ہوئی تھی اور اس دوران بھی پنڈی اور پشاور دونوں جانب سے آنے والے قافلے کے قافلے آکر شریک ہوتے رہے، ادھر نماز جنازہ پڑھی جانے لگی، ادھر آنے والے قافلوں اور سڑک پر جنازہ میں شرکت کرنے والے محبین کا وہی ایک منظر۔

نماز جنازہ کا اصل متاع علماء و مشائخ، اساتذہ و طلبہ کرام

اکابر علماء، مشائخ، سیاسی رہنما، دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ، وکلاء، صحافی، ڈاکٹرز، پروفیسروں، صنعت کاروں، قومی قائدین، افغان مجاہدین، افغان قیادت اور ہفت گانہ اتحاد (افغان مجاہدین کی جماعتوں) کے مرکزی رہنماء اور ساتوں جماعتوں کے امراء اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اہل اسلام۔ مرکزی اور صوبائی وزراء قومی اور صوبائی اسمبلی کے سابق ممبروں، ممبران سینٹ، حکومتی اداروں کے آفیسرز غرض جس کو جہاں بھی دو پاؤں جمانے کی جگہ ملی، اسے غنیمت سمجھا۔

اکابر علماء، مشائخ، بزرگان دین، اساتذہ علم، پیرانِ طریقت، اہل قلوب، خطباء ملت اور طلبۂ علوم نبوت اگر ان حضرات میں سے صرف مشاہیر اور سرآمد روزگار شخصیات کے نام بھی لکھے جائیں تب بھی صفحات کے صفحات ناکافی ہوں گے کہ جنازہ کی اصل متاع، وسیلہ نور ولمعانیت، کیف و سرور اور روحانیت تو ان ہی کے دم سے تھی، کیونکہ حضرت شیخؒ کے اصل محبینِ صادقین اور مخلصین والے ہی تو یہی حضرات تھے، تاہم سیاسی اور قومی اعتبار سے جنازہ میں شرکت کرنے والے چند ممتاز شخصیات کے نام یہ ہیں

قومی وسیاسی زعماء کی شرکت جنازہ

مسلم لیگ کے سربراہ فدا محمد خان، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا وصی مظہر ندوی، سابق وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق، وفاقی وزیر زراعت سرتاج عزیز، امیر جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد، سابق امیر میاں طفیل محمد سابق گورنر سرحد نصیر اللہ خان بابر، محمد یوسف خان خٹک، میاں محمد اقبال، صوبائی وزیر مولانا عبدالباقی، نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان حاجی غلام احمد بلور، جناب فرید خان، مولانا فضل الرحمٰن ہفت گانہ اتحاد افغانستان کے تمام مرکزی رہنما، حزب اسلامی کے سربراہ مولوی محمد یونس خالص، افغانستان عبوری حکومت کے سربراہ انجینئر احمد شاہ،

اتحاد اسلامی افغانستان کے سربراہ عبدالرب الرسول سیاف، حرکت انقلاب اسلامی کے سربراہ مولوی محمد نبی محمدی سابق وفاقی وزیر نثار محمد خان، افغان عبوری حکومت کے وزیر اطلاعات مولانا یاسر خان، انقلاب اسلامی افغانستان کے سربراہ مولانا نصراللہ منصور، جمیعت اہل السنۃ پاکستان کے قاری عبدالعزیز جلالی، سید الخطاط پیر طریقت سید نفیس الحسینی، پیپلز پارٹی سرحد کے صدر آفتاب شیر پاؤ، جماعت اسلامی صوبہ سرحد کے امیر مولانا گوہر رحمان، شیخ الحدیث مولانا حسن جان، حضرت العلامہ قاضی زاہد الحسینی، پیر طریقت حافظ غلام حبیب، فقیہہ العصر مولانا مفتی محمد فرید، شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوری، جمیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماء مولانا محمد اجمل خان، صوبہ پنجاب جمیۃ کے امیر مولانا میاں محمد اجمل قادری، خدمت انسانیت پارٹی کے کنوینر محمد سلیم خان لغاری، مرحوم صدر جنرل ضیال الحق کے صاحبزادے اعجاز الحق، مولانا محمد احمد مردان، مولانا محمد امیر بجلی گھر، متحدہ سنی محاذ پاکستان کے صدر مولانا مفتی احمد الرحمٰن، اقرا ڈائجسٹ کے مدیر مولانا محمد جمیل خان وفاق المدارس پاکستان کے ناظم مفتی محمد انور شاہ، عالمی تبلیغی جماعت کے مرکزی اکابر جناب مولانا حاجی عبدالوہاب، جناب مولانا محمد جمشید، مولانا محمد احسان، ممتاز روحانی شخصیت پیر غلام محمد آف مری، مولانا صدر الشہید، سابق ایم پی اے ختم نبوت کے نامور مبلغ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا شہید احمد جمیۃ اشاعت التوحید کے صدر مولانا قاضی احسان الحق، مولانا قاری محمد امین، مولانا قاری سعید الرحمٰن، مولانا عبدالستار توحیدی، صوبہ پنجاب جمیۃ کے ڈپٹی سکریٹری جنرل مولانا عبدالرحمٰن قاسمی، سابق ایم این اے کرنل ریٹائرڈ سلطان علی شاہ، مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد، احمد حسین زید، یہ ہزاروں میں چند کے نام نقل کردئے ہیں جن پر نظر پڑی اور فوراً نوٹ کرلیا۔ جب ساڑھے گیارہ بجے قائد شریعت حضرت شیخ الحدیث کے جسدِ اقدس کو سٹیج پر رکھا گیا تو ملک بھر سے آئے ہوئے مشائخ وعلماء، معززین شہر اور دارالعلوم کی شوریٰ کے اراکین کی تجویز کے مطابق قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین اور دارالعلوم کے مہتمم کے طور پر حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے سر پر دستار رکھی اور مولانا انوار الحق مدظلہ کو نائب مہتمم مقرر کیا گیا اور جب سٹیج سے یہ اعلان ہوا کہ مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے سر پر باندھی جانے والی یہ وہی دستار ہے جس میں حضرت قائد شریعتؒ کا انتقال ہوا ہے۔ مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق تو نڈھال تھے ہی کہ مجمع بھی صبر واستقامت اور تحمل و برداشت کے لحاظ سے بے قابو ہوگیا اور لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور کئی لمحے پورے مجمع پر گریہ وبکا کی کیفیت طاری رہی۔

ذی روح اور غیر ذی روح سب کے لئے موجب راحت وآرام شخصیت

شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ اور لوگوں کی والہانہ جنازہ میں شرکت اور قائدِ شریعت

حضرت شیخ الحدیثؒ کے لئے رفع درجات کیلئے دعائیں اپنی جگہ مسلّم، عقیدت مندوں مخلصین ومحبین، علماء وطلبۂ دین کی دعا ہائے مغفرت اور ایصال ثواب مرحوم کے لئے اخروی ترقیات اور باقیات صالحات اور ایک یقینی اور قطعی صدقہ جاریہ ہے مگر جو اہل اللہ ہوتے ہیں تو ان کا وجود مسلمانوں، تمام عالمِ انسانیت، بلکہ ذی روح اور غیر ذی روح سب کے لئے موجب راحت وآرام اور ذریعہ بقا ہوتا ہے حضرت شیخ الحدیثؒ بھی ایسی ہستیوں کے فرد کامل تھے جن کے لئے ......

ملاءِ اسفل واعلیٰ ہیں ثنا خواں دونوں

کی واقعیت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ حضرت قائد شریعت کے لئے بھی یقیناً تمام مخلوق الٰہی دعا کرتی رہی، الصادق الامین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے: "یدعوا لهم خلق الله حتی الحیتان فی جوف الماء" "انکے لئے اللہ کی تمام مخلوق دعائیں کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی گہرائیوں والی مچھلیاں بھی انکے رفع درجات کی دعا کرتی ہیں۔"

ہزاروں ابابیل کا فضاءِ جنازگاہ میں جمع ہوکر محو دید ہونا

جس کا ایک واقعاتی مظہر اور منظر ہزاروں لوگوں نے یہ دیکھا کہ جب قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کا جسد اطہر جنازگاہ لایا گیا، تو ہزاروں ابابیل صف بستہ ہوکر جنازگاہ کی حدود میں مجمع پر چھاگئے، اور والہانہ انداز میں جسد اقدس پر فضا میں محو دید ہوگئے۔ اور جب نماز جنازہ ختم ہوئی اور جسد اقدس لے جایا جانے لگا تو ابابیل بھی رخصت ہوگئے۔

دوشِ عظمت پر سوار اک جنازہ

اس موقع پر جناب شبیر شاعر جذبی کے مرثیہ سے چند منتخب اشعار نقل کردئے جاتے ہیں جو انہوں نے شیخ الحدیث محمد زکریاؒ کے حادثہ انتقال پر کہے تھے، جو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے حادثہ ارتحال پر بھی بلامبالغہ صورت واقعہ کی صحیح تصویر اور زخمی دلوں کی صحیح ترجمانی اور تعبیر ہیں......

اک جنازہ جارہا ہے دوشِ عظمت پر سوار — پھر برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن کا تار تار — ابر گوہر بار کے اندر ہیں در شہوار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار — آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک — اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک
عمر بھر کرتا رہا وہ خدمتِ دینِ رسولؐ — جان و دل میں بھر رہی تھی الفتِ دین رسولؐ
عشق نے ہوکر فنا، پائے مقاماتِ بلند — عشق ہے دونوں جہاں میں کامیاب و ارجمند

اے خوشا قسمت! کہ حسرت ہوگئی اس کی قبول تا ابد سوئے گا عاشق زیرِ دامانِ رسولؐ
درد مندوں کی دوا ہے عشق محبوب خدا کاش مل جائے مجھے بھی عشق نور مصطفیؐ
جان و دل کا نور ہو شمع شبستانِ رسولؐ رات دن چبھتے رہیں سینہ میں یثرب کے ببول
اے خدائے دوجہاں، اے مالکِ عرشِ عظیم اے کریم کار ساز اے رب رحمٰن و رحیم
رحم تیرا بے کراں ہے فضل تیرا بے حساب بخش دے جذبیؔ کو بھی کچھ درد سوز و اضطراب

دارالحفظ میں آخری دیدار

جسدِ اطہر کو گاڑی پر لاد کر دارالحفظ کے جنگلہ نما گیٹ کے ساتھ رکھ دیا گیا، خدام اور محبین پنکھا جھلاتے تھے اور ہزاروں عشاق قطار بنا کر ایک جھلک دیکھنے کیلئے اپنے اپنے نمبر پر محو دید تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق اور مولانا اظہار الحق صاحب دیوان گان شیخ عبدالحقؒ کے جلوس کے ساتھ پیدل جنازگاہ سے جب دارالعلوم پہنچے۔

تدفینِ انسانِ عظیم

تو دارالحفظ کے سامنے احاطہ قبرستان میں تدفین کا عمل شروع ہوگیا، لحد میں اتارنے کی خدمت و سعادت دیگر مشائخ و علماء حضرات کے ساتھ آپ کے فرزند اصغر مولانا اظہار الحق صاحب (احقر مرتب ڈائری عرفان الحق کے قبلہ والد ماجد مراد ہیں جن کا انتقال گزشتہ برس ۴فروری ۲۰۱۹ کو ہوا، اور اب وہ بھی اپنے عظیم والد کے قدموں میں آسودہ خاک ہیں اللھم اغفرہ وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے بطور خاص نبھائی، یہ منظر بھی دیدنی اور حد درجہ حسرت ناک تھا، جب حضرت اقدس کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا جارہا تو لوگوں نے اپنے محبوب رہنماء، اپنے مہربان استاد، ایک بے مثال شیخ ایک عظیم محسن و مربی، ائمہ امت اور اسلاف کے علوم کے امین، اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور عجز و انکسار اور سراپا شفقت و پیار کے پیکر مجسم کے واقعی فراق پر یہاں بھی مجمع بے قابو ہوگیا، صبر وضبط اور تحمل و برداشت کے بندھن ٹوٹ گئے، لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے، تاہم آہ و فغان اور بے قراری و اضطراب کے باوجود تمام حاضرین با آواز بلند استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد بھی جاری رکھے ہوئے تھے، ادھر مٹی ڈالی جارہی تھی ادھر سسکیاں بندھ چکی تھیں، آوازیں رندھ چکی تھیں، آنکھیں اشکبار تھیں، دل زخمی اور غمزدہ تھے، حضرتؒ کے بعد آپ جیسی جامع الکمالات شخصیت کوئی بھی نظر نہیں آتی آپ اکابر علماء دیوبند کے کاروان حق کی آخری کڑی تھے۔

تدفین کے بعد

تدفین کے بعد ہر شخص غم و اندوہ اور فراقِ شیخ کے تصور سے نڈھال تھا، حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) نے رندھی ہوئی اور لرزتی آواز کے ساتھ دو تین منٹ کے مختصر خطاب میں لوگوں کو صبر اور رضا بالقضا رہنے اور حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی مساعی اور مشن کی تکمیل میں سرگرم رہنے کی تلقین فرمائی، لوگ غمزدہ دل، نڈھال حالت اور لڑکھڑاتے پاؤں کے ساتھ کلمہ طیبہ، استغفار اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے واپس ہوئے ......

ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں روشنی خاموش ہے
جگمگاہٹ جس کے دم سے تھی وہی خاموش ہے
خون کے آنسو رواں ہیں اہل دل کی آنکھ سے
آہ سے عبرت! چراغِ زندگی خاموش ہے

اپنے ایک مہربان اور رفیق کے الفاظ میں کہ حضرت شیخ کیا گئے بلکہ ''روٹھ گئے دن بہار کے'' علم کا آفتاب غروب ہوگیا، عمل کی دنیا اجڑ گئی، علم و جباء زہد وتقویٰ، اخلاص و دیانت اور شرافت کا دور لد گیا۔ معرفت کا قلزم رک گیا، دینی سیادت اور سیاست کی بساط الٹ گئی، جہادِ عزیمت اور ہمہ پہلو دینِ اسلام شریعت وطریقت کی جامع کتاب بند ہوگئی۔

صدرِ پاکستان جناب غلام اسحاق خان کی تعزیت کے لئے آمد

تدفین سے فراغت ہوئی تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، نماز پڑھی گئی تو صدرِ پاکستان جناب غلام اسحاق خان صوبائی وزیر اعلیٰ جناب جنرل فضل حق، گورنر سرحد جناب امیر گلستان جنجوعہ، وفاقی وزیر اطلاعات الٰہی بخش سومرو۔ بذریعہ ہیلی کاپٹر دارالعلوم آئے، اپنے سرکاری اعزازات کے مطابق حضرتؒ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور وہاں دعائے مغفرت کرنے کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) اور برادران سے تعزیت کرنے کے لئے دارالعلوم حاضر ہوئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صدر تنظیم اسلام لاہور، محمد افضل خان ،صدر نیشنل عوامی پارٹی سرحد، آصف وردگ وغیرہ کا تذکرہ بے جانہیں۔ ملک وبیرون دنیا بھر کے مشاہیر اہل اسلام، علماء، دانشور حضرات اور مختلف اداروں کی طرف سے ٹیلی گراموں اور تعزیتی خطوط اور پیغامات کا نہ ختم ہوانے والا سلسلہ اس پر مستزاد ہے، جس کا کچھ حصہ شریکِ اشاعت کیا جارہا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کو یومیہ ڈاک کھولنے اور اس کو فائلوں میں ترتیب دینے کے لئے باقاعدہ تین چار کارکنوں کی ڈیوٹی لگادی گئی ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے علمی و دینی ،قومی و روحانی اور ملکی و ملی خدمات کے اعتراف ،خراج تحسین اور تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں یکساں طور پر مقبولیت ،محبوبیت اور ان کی عظمت واحترام کے مظاہر ہیں۔ جو مختلف روایات اور اطوار میں ظہور پذیر ہورہے ہیں ،مگر دینی اور اخروی نقطۂ نگاہ سے حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کا سب سے بڑا سرمایہ اور توشۂ آخرت ان کے ہزاروں تلامذہ ہیں ،جواب دنیا کی دوسعتوں میں پھیل کر ،اساتذۂ علم اور خدام شریعت ہیں یا افغانستان کے معرکۂ کارزار میں جہاد میں مصروف اور روسی جارحیت سے برسرِ پیکار ہیں۔مرحوم کی صالح ،علم وعمل سے آراستہ نسبی اولاد ،مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور رہتی دنیا تک ان کے فیوض وبرکات ہیں جو نہ ختم ہونے والے صدقۂ جاریہ ، گویا حضرت شیخ کے عمل کا تسلسل اور ان کے رفع درجات کا یقینی وسیلہ ہیں

مرقد پر طویل عرصہ تک تلاوت اور انوار

مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کے لئے اخروی اعتبار سے نافع ،نوری مؤثر ،فرحت بخش ،عالم برزخ کا مونس ورفیق ۔جی بہلانے اور ان کو خوش رکھنے ،جنت کی ہواؤں ،فضاؤں اور بہاروں میں ان کے فرحاں و خنداں رہنے کا اس سے بڑھ کر بہتر اور قوی ذریعہ اور کونسا ہوسکتا ہے ،کہ جب سے حضرت اقدس کا وصال ہوا ہے تب سے آج تک مزار مبارک پر دور دراز سے آنے والے علماء ،فضلاء ،مجاہدین ، مشائخ ،افغان مہاجرین ،صالحین ،عامۃ المسلمین اور طلبۂ دین کی ایک جماعت ہر وقت مصروف تلاوت رہتی ہے۔طلبۂ دارالعلوم اور دارالحفظ کے طلبہ کو جب بھی مزار مبارک کے قریب بیٹھنے کے لئے گنجائش میسر آتی ہے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں ،ویسے بھی دارالحفظ کے قرب میں حضرت شیخ کی آخری آرام گاہ ان کے لئے قطعی طور پر نزولِ برکت اور سکینہ ورحمت کا قطعۂ ارض اور ہر لحاظ سے مبارک قرارگاہ ہے۔

جب سید سلیمان ندویؒ کے خلیفۂ اجل ،سلوک سلیمانی کے مصنف ،مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا پروفیسر محمد اشرف صاحب مزار مبارک پر تشریف لائے اور مراقب ہوئے تو واپسی اپنے رفقاء سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی زبان مبارک سے سب سے پہلے جو مبارک جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ ''یہاں تو انوار ہی انوار ہیں''۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین

تحریر یہاں تک پہنچی تھی اور ارادہ تھا کہ اسی پر اکتفا کرایا جائے کہ آج جماعتِ تبلیغ کے بزرگ رہنما اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مفتی محمد زین العابدین صاحب فیصل آباد والے دارالعلوم تشریف لائے، حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعزیت کی، ان کے مزار پر حاضر ہوکر ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت فرمائی، حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کی نئی ذمہ داریوں دارالعلوم کے اہتمام اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانشینی کے سلسلۂ گفتگو میں دارالعلوم کے اساتذہ طلبہ اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا تکوینی نظام ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت اور اشاعت کیلئے غیب سے رجالِ کار پیدا فرمادیتے ہیں۔ جس روز امام اعظم ابوحنیفہ کا انتقال ہوا اسی روز امام شافعیؒ اس دنیا میں تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا الیاسؒ کی وفات پر حضرت جیؒ نے فرمایا تھا کہ آدمی کا انتقال ایک فطرتی اور قدرت کا اٹل فیصلہ ہے مگر ان کے عمل کا انتقال نہیں ہونا چاہئے، مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) نے عرض کیا ہم میں تو اہلیت نہیں ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے کام کی ذمہ داریاں اور ان کو تکمیل تک پہنچانے کیلئے بڑی استعداد اور صلاحیت کی ضرورت ہے، ہم میں اس کی لیاقت کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ کام اور ذمہ داریاں سونپ کر صلاحیت واستعداد دیتے ہیں

اس پر مولانا مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، کہ ایسا ہی معاملہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی وفات پر علماء اور اہلِ دل بزرگوں کو پیش آیا تھا۔ مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے مرض الوفات میں وفات سے ایک روز قبل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کہ حضرت، یہ جماعت کا کام اور تبلیغ کا نظام، آپ کے عین حیات میں بھی بڑی بڑی مشکلات تعب اور مشقت سے اس مرحلے تک پہنچا ہے، بظاہر عالم اسباب میں آپ کی طرح فکر اور درد دل والے اصحاب نظر نہیں آتے۔ خدا نہ کرے کہ آپ کے بعد پھر اس کے چلانے والا کوئی نہ ہو۔ مولانا نعمانی فرماتے ہیں: میں نے جو اندیشہ تھا حضرت کی خدمت میں عرض کردیا، تو انہوں نے فرمایا۔ ''پریشانی ہمیں بھی ہے لیکن اطمینان بھی ہے جب کوئی عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے، تو خدا تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کو حفاظت کے اسباب بھی پیدا فرمادیتے ہیں۔ حفاظت کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پہلے سے اس کام کے لئے آدمی تیار اور موجود ہوں، دوسرا یہ کہ ایک کے انتقال کے بعد راتوں رات قدرت کی جانب سے اس کام کے نعم البدل کے طور پر دوسرا آدمی تیار کردیا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

مدارس کے فضلاء کیلئے کامیابی کا روشن لائحہ عمل

مولانا حقانی کی تحریر ''حق، حقانیہ، حقانیین اور مجاہدین کی فتح'' پر اعتراض کا مفصل جواب

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تمام روحانی ابناء، علماء، قائدین، عمائدین اور مجاہدین اپنی مادرِ علمی کے ساتھ روح اور جان سے بھی بڑھ کر تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ جہادِ افغانستان کے ہر معرکۂ کارزار میں انہوں نے اپنے اکابر واساتذہ کے مشن کی تکمیل میں ''گلے پر خنجر قاتل سرِ تسلیم سجدے میں'' کی آرزوئیں اور ولولے لے کر ''یہ ارمان دیکھنا ہے کس بسمل سے نکلے گا'' کے خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ تازہ ترین منظر میں حقانی فضلاء کے گل سرسبد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار تاریخ کا روشن باب ہے......

لپٹ لپٹ کر گلے مل رہے تھے خنجر سے
بڑے غضب کا کلیجہ تھا مرنے والوں کا

تصنیف و تالیف، قلم و کتاب، سوانحات و درسی شروحات اور ادبیات کے حوالے سے مولانا عبدالقیوم حقانی کا نام اور کام بھی بطورِ تمثیل کے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ان کی تازہ ترین تحریر نذرِ قارئین ہے جو حقانی فضلاء سمیت تمام دینی مدارس کے روحانی ابناء کے روشن مستقبل کے لئے ایک مجرّب، روشن، عمدہ ترین اور کامیاب لائحہ عمل قرار دیا جاسکتا ہے۔ (ادارہ)

ایک کرم فرما کا مکتوب

میرے ایک کرم فرما، میرے نام اپنے محبت نامے میں لکھتے ہیں:

مولانا حقانی! آپ کے تازہ ترین ادارتی کالم ''حق' حقانیہ' حقانیین اور مجاہدین کی فتح'' پڑھا، واقعتاً آپ نے جو کچھ لکھا برحق لکھا۔ اس میں حق اور حقانیت کا حق ادا کردیا۔ تاہم مولانا! ہم نے جب بھی آپ کو پڑھا ہے کتاب ہو، رسالہ ہو، مضمون ہو، مقالہ ہو، بیان ہو، خطاب ہو جو کچھ بھی

ہو آپ کی آخری تان مولانا عبدالحق، مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق، مولانا راشد الحق، مولانا حامد الحق، مولانا عرفان الحق، مولانا سلمان الحق، مولانا لقمان الحق، حقانی خاندان کے تمام افراد ''الحق''، حقانیہ اور حقانیین پر جاکر پوری ہوتی ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کی روزِ اوّل کی تحریر وخطبات سے لے کر تازہ ترین تصنیفات اور درسی شروحات تک کا محور حقانیہ ہی ہوتا ہے۔ اگر حسنِ تعبیر سے بات کی جائے تو شاید آپ کا اشتغال کم ہوجائے کہ آپ کی ہر تحریر کا مضمون وعنوان ''حق ہی ہوتا ہے''۔

معاف کرنا، ہم گستاخی کر بیٹھے آپ نے اپنی تمام استعدادات، جذبات، عواطف اور صلاحیتوں کو حقانیہ، حقانییّن اور حقانیت ہی کے دائرۂ خاص تک محدود رکھا ہے، اگر اس سے باہر بھی جھانکتے تو آپ کی تحریری کاوشیں آفاقی بن سکتی تھیں اور آپ عالمی سطح کا مرکزی کام کرکے پورے عالَم میں محبوبیت، مرجعیت اور مرکزیت کا ایک خاص اور بلند ترین مقام پاسکتے تھے۔ مگر آپ تو چند تنکوں کے آشیانہ پر اکتفا کررہے ہیں۔ (اعتزاز انور)

احقر حقانی کا جواب

احقر نے اعتزاز انور بھائی کا خط دو تین مرتبہ پڑھا، سیری نہیں ہوئی اور ایک بار پھر پڑھا تب انہیں درج ذیل جواب لکھ دیا، وہی نذرِ قارئین ہے جو ایک حقیقت کا اعتراف بھی ہے اور اظہار بھی۔ آپ کا وقیع مکتوب ملا، اعتراض میں اعترافِ حقیقت آپ نے خود کرلیا ہے وہی اس کا جواب ہے۔ میری گفتگو کو آرائشِ سخن پر حمل نہ کریں، دنیا بھر میں جامعات، یونیورسٹیاں، دارالعلوم، تعلیمی ادارے، بڑے وسیع کتب خانے اور علم وفضل کے مراکز قائم ہوئے، جب مختلف امصار و دیار میں انقلابات آئے تو سارے ادارے بھی ان کی زد میں آگئے، تو ادیبوں اور شاعروں نے ان کے ماتم میں نثری اور منظوم جاں گداز مرثیے لکھے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ برصغیر میں سب کے بعد آیا اور ان شاء اللہ سب کے پیچھے آخر تک قائم و دائم رہے گا۔ دارالعلوم دیوبند ثانی کی حیثیت سے اس کے پیش روؤں کی طرح اس کی حیثیت وعظمت کا بھی برصغیر ہی نہیں پورا عالَم اعتراف کررہا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے اس کو دارالعلوم دیوبند ثانی قرار دیا ہے۔

پاکستان سمیت دُنیا بھر میں یونیورسٹیوں کا اضافہ بڑی تیزی سے ہورہا ہے اور آج تو زمین کے چپے چپے میں یونیورسٹیاں قائم ہوگئی ہیں اور قائم ہورہی ہیں مگر ان میں اور حقانیہ میں بہت سی

مماثلت ہونے کے باوجود ایک بڑا اور بنیادی فرق بھی ہے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نقش کی ایک مردِ حق شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے بنیاد رکھی ہے، مردِ مجاہد مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس کی توسیع و تعمیر میں اپنا لہو دیا ہے اور اب شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہٗ اس کے اہتمام کی ذمہ داریوں میں گھل رہے ہیں۔ مولانا راشد الحق سمیع حقانی تعمیرات کی تکمیل، تصنیفات اور الحق کی اشاعت کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔ اس لئے حقانیہ میں اعلاءِ کلمۃ الحق کے نغمے، فروغ جہاد کے ترانے اور خالص دینی واسلامی نصاب ونظامِ تعلیم کا رنگِ ثبات ودوام ہے۔ آپ خود کبھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لایئے، دارالحدیث کی تعمیر اور اس میں پندرہ سو شرکاءِ حدیث کی تعلیم شیخ الحدیث مولانا انوارالحق ودیگر شیوخ حدیث کی تدریس کے مناظر دیکھئے جدید تعمیرات کے تکمیلی مراحل پر سرسری نظر ڈالیں تو محسوس کریں گے کہ کس طرح اقبالؔ کی نظم مسجد قرطبہ کے اشعار آپ کے ذہن اور عمارات کے خشت وسنگ اور پیچ وخم میں مرتسم ہونے لگتے ہیں، جہاد اور مجاہدین اور حقانیین کے خلاف روسی دہشت گردی اور امریکی یلغار اور افغانستان میں کارپٹ بمباری کی سفاکانہ کاروائیاں دیکھ دیکھ کر جب کبھی حقانیہ کی عمارتوں پر نظر پڑتی اُدھر امریکی اور عالمی سفاکیت کے عزائم کی گھن گرج سماعت سے ٹکراتی تو دل میں مایوسی، غیرت اور درد والم کے طرح طرح کے طوفان اُمڈنے لگتے، لیکن اس بشارت کے سامنے ہمیشہ ساکت اور سربسجود ہوجاتا ہوں ......

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کے اذانوں میں فاش سرِ کلیم و خلیل

میرا ادارتی کالم میرے ان تمام تر احساسات کا شاہدِ عدل ہے، دوبارہ مکمل پڑھیں تو مذکورہ شعر دل ودماغ پر چھا جائے گا۔ قلب وذہن اسے مستانہ وار گنگنانا شروع کردیں گے ......

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں میں فاش سر کلیم و خلیل

یہ ابھی گذشتہ جمعرات کی بات ہے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں جانا ہوا، پہلے ''حقانی قبرستان'' میں حاضری دی، حقانی اکابر وشیوخ پر سلام اور فاتحہ پڑھی، پھر جدید دفاتر دیکھنے جدید عمارت چلا گیا، اس کے بعد ''الحق'' کے قدیم دفتر اور مؤتمر المصنفین کے دفاتر جانا ہوا، واپسی پر ساتھیوں نے کہا: استاد جی! آپ کو چلنے میں تکلیف ہے، آپ نے بائی پاس آپریشن کرایا ہوا ہے اور رفتار سے معلوم ہورہا ہے کہ زحمت بڑھ رہی ہے، بہتر ہے سامنے جو آپ نے گاڑی رُکوادی ہے اجازت دیں گاڑی

لے آئیں تو پیدل چلنے کی زحمت نہ رہے۔ میں نے عرض کیا: عزیز! تمہیں پتہ ہے گرمی ہو یا سردی یا برسات کا موسم، میں حقانیہ کی سرزمین پر پیدل چلا کرتا ہوں، یہ وہی راہیں ہیں جہاں میرے شیخ مولانا عبدالحقؒ چلتے تھے، میرے محسن مولانا سمیع الحق شہیدؒ چلا کرتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا انوار الحق، حقانی مشائخ اور حقانی زعماء چلا کرتے ہیں اور اپنے پائے مقدس سے انہیں گل گلزار بنائے رہتے تھے، اسی لئے پیدل چلنے میں جو مزہ اور مٹی میں جو قرار اور راحتِ جان ہے وہ گاڑی میں، کار میں اور رکشہ میں نہیں جہاں کے ذرات کو آ کاش بوسہ لینے کے لئے جھکے وہاں ہما وشما کی بساط کیا؟ ......

جہاں جائیں وہاں تیرا افسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل یاد آتا ہے

میرے محترم! میں آپ کو جواب دینے کے موڈ میں نہیں، مجھے خواہ مخواہ اُلجھنے کی عادت بھی نہیں، ہوسکتا ہے کہ میں اپنے دل کی بات آپ کو سمجھا بھی نہ سکوں۔ تاہم اپنی ذات کے حوالے سے ایک اُصولی بات عرض کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ جب ایک طالب علم کے دل میں کسی بڑے عقیدے، مستحکم ارادے، مادرِ علمی، عظیم مقصد اور محسن و مربی شخصیت کا احترام اور اس سے بے لوث اشتغالِ قلب اور دلی شغف نہ ہوگا تو وہ طالب علم نہ تو اپنے لئے کسی مصرف کا رہے گا اور نہ کسی دوسرے کے لئے کوئی خدمت انجام دے سکے گا۔

دُنیا میں ہر شخص، اپنی نسبت، ہدف اور محبوب سے پہچانا جاتا ہے جس درجے کا، جس عظمت کا، جس شان وشوکت کا اور جس پائے کا آپ کا محبوب ہوگا وہی عظمت و رفعت وہی درجہ ومحبوبیت آپ کو بھی لوگوں کی نظر میں حاصل ہوگی۔ مجھے اپنی مادرِ علمی دینی درسگاہ ''جامعہ حقانیہ'' سے محبت ہے، اس کے مؤسس، اکابر اساتذہ و مشائخ، خدام و مدرسین اور جمیع حقانیین سے محبت ہے، اس ادارے نے میرے اندر بڑے کو چھوٹے سے، مخدوم کو خادم سے، اعلیٰ کو ادنیٰ سے، عالم کو جاہل سے، اربابِ فضل وکمال کو جہال سے تمیز پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کی اور اعلیٰ کو پانے اور ادنیٰ سے بچنے کا حوصلہ دیا ہے۔ مجھے بھی اسی کا اور انہیں کا ہوکر رہنا چاہئے ......

یہ مانا عشق میں ضبطِ فغاں کی شرط لازم ہے
اُلجھتا ہے جو دل ، دردِ نہاں کہنا ہی پڑتا ہے

میں اس وقت اپنی مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں،

خدا جانے اس میں کامیابی ہوگی بھی یا نہیں، میں اس حوالے سے اپنی بات کہنے کے لئے رشید احمد صدیقی کا سہارا لینا چاہتا ہوں اس نے کہیں لکھا تھا کہ:

''اس وقت کچھ ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے میرا حال ''وکٹر ہوگو'' (Victor Hugo) کے مشہور ناول دی ہنچ بیک آف نوتردام (The Hanch Back of Notre Dame) کے عجیب الخلقت کریہہ منظر کبڑے ''قاضی مادو'' کا سا ہو، جو مدت العمر نوتردام کے مشہور گرجے کا گھنٹہ بجانے پر مامور رہا اور گھنٹہ بجاتے بجاتے اس پر ایسی وارفتگی طاری ہوتی تھی جیسے وہ ''نوتردام'' میں یا ''نوتردام'' اس میں پیوست ہوگیا ہو، ممکن ہے میں علی گڑھ کے نوتردام کا کبڑا بن گیا ہوں۔

تمثیل میں نوتردام وغیرہ کے الفاظ نامونوس ہیں توضیحاً عرض ہے کہ ''قاضی مادو'' (Quasi Mado) فرانسیسی زبان کا ناول ہے، فرانسیسی تلفظ میں اس کا نام ''وکٹر ہوگو کا نوتردام وپاری'' یعنی پیرس کا گرجاگھر (Notre-Dame Paris by Wictor Hugo) اس کا ہیرو ایک کبڑا ہے جس کا نام قاضی مادو (Quasi Mado) ہے جو خود کو نوتردام (گرجاگھر) میں جذب کر دیتا ہے اور اپنی الگ ہستی نہیں مانتا، اس ناول کی بنا پر انگریزی میں ایک فلم بھی بنی ہے جس کا نام دی ہنچ بیک آف نوتردام (یعنی نوتردام کا کبڑا) ہے۔

مجھے بھی اپنے دل کی بات سمجھانے میں اگر یہ کہنا پڑے کہ ''ممکن ہے کہ میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا کبڑا بن گیا ہوں'' تو مجھے اس تمثیل کے نقل میں ایک روحانی لطف حاصل ہوتا ہے:

یہ طرزِ خاص ہے کوئی کہاں سے لائے گا
جو ہم کہیں گے کسی سے نہ کہا جائے گا

میرا کچھ ایسا مشاہدہ بھی ہے، تجربہ بھی اور ایک گونہ آپ بیتی بھی کہ میری ترجیحات، میرے اہداف، میری پسند ناپسند، رہن سہن، گفتار و کردار، اخلاق و افکار، تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف اور فکر و نظر جسے بہ حیثیت مجموعی ''شخصیت'' کہا جاتا ہے سب کی سب یہاں جامعہ دارالعلام حقانیہ میں حقانیت کے سانچوں میں ڈھلتے رہے، اس میں شک نہیں کہ اپنی سیرت کی تعمیر یا تشکیل کے لئے بہت کچھ خام مواد، اپنے گھر، اپنے گاؤں، والدین واساتذہ اور اوّلین مادر علمی نجم المدارس کلاچی سے لایا تھا لیکن اس کو تب و تاب، رنگ و آہنگ، لمس و لذت اور صورت و معنی جامعہ حقانیہ نے دیا، اگر میں دارالعلوم حقانیہ نہ آتا اور میری صلاحیتوں کا سابقہ اس کسر وانکسار سے نہ ہوتا جو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ہوتا ہے تو مجھے اندیشہ ہے وہ صلاحیتیں (کل نہیں تو اکثر) مفید ہونے کے بجائے میرے اور دوسروں کے

لئے معتبر ثابت ہوتیں، مجھے جتنا فائدہ حقانیہ نے پہنچایا، اگر ساری عمر بھی میں جھاڑو پکڑ کر اس کے صحن اور احاطوں کی صفائی والی خدمت کرتا رہوں تب بھی تشکر و امتنان کا کوئی ہزارواں حصہ بھی ادا کرنے سے قاصر رہوں گا۔

احقر نے درسِ نظامی کے ابتدائی چار سال نجم المدارس کلاچی میں پڑھنے کے بعد جامعہ حقانیہ میں داخلہ لیا، یہاں تحصیلِ علم کی تکمیل کی' فراغت کے بعد چار سال تک چکوال میں تدریسی خدمات کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ بلالیا گیا اور پھر یہیں کا ہوکر رہ گیا۔ جامعہ حقانیہ کے روایات کا راز دان' اس کی دینی حمیت کا دیدبان اور اس کی عزت کا نگہبان بلکہ ممکنہ حد تک اس کی آبرو کا پاسبان بن کر بقیہ ساری زندگی یہاں گزار دی اور اب بھی گذر رہی ہے۔ میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو ایک صاحبِ حق' صاحبِ دل نقاش اور مصوّر کا شہ کار سمجھتا ہوں۔ سیاحوں کو جو دل آویزیاں اور رعنائیاں پیرس میں نظر آتی ہیں وہی مجھ کو اپنے گھر (جامعہ ابوہریرہ جو دارالعلوم حقانیہ کا ایک روحانی حصہ ہے) میں بیٹھے دارالعلوم حقانیہ میں نظر آتی ہیں۔ شاہ جہاں مثمن برج میں بیٹھ کر تاج محل دیکھا کرتا، پھر اُسی برج میں اس نے ایک چھوٹا سا آئینہ نصب کر رکھا تھا جس میں تاج محل کا پورا عکس پڑتا رہتا۔ میرے لئے نوشہرہ میں میرا مکان (جامعہ ابوہریرہ) مثمن برج ہے، میں یہیں سے اپنے آئینۂ دل میں اپنے ذہن کے تاج محل یعنی جامعہ حقانیہ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہوں ....

جدا دیوانہ پن اب ایسے دیوانے سے کیا ہوگا
مجھے کیوں لوگ سمجھاتے ہیں سمجھانے سے کیا ہوگا
سُلگنا اور شئے ہے جل کے مر جانے سے کیا ہوگا
جو ہم سے ہو رہا ہے کام ، پروانے سے کیا ہوگا

۲۲ رسال کے بعد پھر سے میری مادرِ علمی حقانیہ نے مجھے جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق " میں خطیب کے منبر پر بٹھا کر حقانیہ کے نشاطِ روح، سوزِ سینہ اور دلِ بے قرار کو بڑے شوق سے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ تاہم میرا تمام قلمی کاوشوں، اجتماعی تدریسی تجربوں اور تاریخی مطالعوں کے نچوڑ کے طور پر یہ پیغام ہے کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے، بدلتے رہنا اس کی تقدیر ہے حقانہ بھی اس تقدیر سے باہر نہیں سو حقانیہ بھی بدلتا رہے گا، ترقی و کمال کی طرف پیش رفت ہوتی رہے گی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ہر تبدیلی کی زیادہ سے زیادہ اچھائیوں کو قبول کرتا رہے گا اور پورے عالَم پر سائبان بن کر

نورِعلم کے جھنڈے لہراتا رہے گا۔

جب دارالعلوم حقانیہ میں میری معلّمی کا بارہواں (۱۲) سال تھا میں نے اپنی کتاب ''توضیح السنن شرح آثارالسنن'' کا اِنتساب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ'' کے نام ان الفاظ میں کیا تھا:

''خاکسار اپنی اس محنت کو! مادرِعلمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نام سے منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے، کیونکہ اس محنت میں پائی جانے والی تمام چیزیں مادرِعلمی کی آغوشِ تربیت کا ثمرہ ہیں۔

- ...... اُن ادب آموز اور روح پرور نگاہوں کے نام!
- ...... اُن ایمان افروز اور یقین افزا پیاری باتوں کے نام!
- ...... اُن بلند عزائم اور پاکیزہ مقاصد کے نام!
- ...... تعلیم وتربیت اور محبت کی دلنوازیوں کے نام!
- ...... اُن دعاہائے نیم شبی اور گریہ ہائے سحری کے نام!

جن سے سیدی و سندی و وسیلتی الی اللّٰہ تعالٰی المجید محدّثِ کبیر قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ العزیز بانی دارالعلوم حقانیہ نے اپنی نسبی اور ہزاروں تلامذہ کی صورت میں روحانی اولاد کی طرح اس مشتِ خاک کو بھی سرفراز فرمایا۔ جن کے فیضانِ تام نے کسی دوسرے فیضان کا محتاج نہ رکھا''۔

اب جب مجھے ملک بھر کے دینی مدارس وجامعات میں مدعو کرکے خطاب و بیان کی دعوت دی جاتی ہے، اہل علم یہ بھی پوچھ لیتے ہیں کہ میں نے درس وتدریس، خطاب وبیان اور لکھنے کا انداز کہاں اور کیونکر پایا، تو بے اختیار زبان پر ایک ہی جملہ آجاتا ہے کہ: ''اللہ تعالٰی نے اپنے فضل وکرم سے حقانیہ پہنچایا اور وہاں کی علمی اور روحانی فضاؤں میں اللہ ہی نے اپنی عنایات سے نوازا''۔

تفصیل کوئی بھی نہیں پوچھتا، مطمئن سب ہوجاتے ہیں۔ تاہم ابھی ابھی ذہن میں یہ خیال بھی آیا جو دل پر اپنے آپ کو ثبت بھی کرگیا کہ مجھے اس موضوع پر بھی لکھنا چاہئے کہ: ''حقانیہ نے مجھے کیا دیا اور کیسے دیا......؟''

میری جیسی کہانی کم سنو گے
گل و بلبل کے افسانے بہت ہیں

داستانِ دلکشاء در زمانِ ابتلاء

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی رحمہ اللہ، دارالعلوم حقانیہ کے جید استاد الحدیث ہونے کیساتھ ساتھ کہنہ مشق شاعر، ادیب، مصنف و محقق تھے، گزشتہ تقریباً پینتیس سال سے دارالعلوم حقانیہ میں منصب تدریس پر فائز رہے، ماہنامہ 'الحق' کے نائب مدیر و موتمر المصنفین کے اہم رکن تھے، ۲۰۱۲ء میں ذیابیطس کے مرض نے شدت اختیار کرکے موصوف کے دونوں گردوں کو متاثر کیا اور اُسی مرض سے انتقال فرماگئے، موصوف نے آئی سی یو جیسی نازک جگہ میں بھی کتاب و قلم اور ادب و شاعری سے رشتہ جوڑے رکھا اور شدید بیماری بلکہ غنودگی کی حالت میں اپنی یادداشتیں لکھنا شروع کیں' اس طرح بیمار پرسی میں بعض اصحاب علم و فضل سے غنودگی کی حالت میں علمی اور ادبی گفتگو فرماتے رہے۔ جس کے تین حصے ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئے، اب ان کے قابل فرزند مولانا محمود زکی صاحب نے یہ چوتھا حصہ بھی ارسال فرمایا ہے جو نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم عرف دیر بابا جی مدظلہ

آپ کا نام زبان پر آتے ہی ایک مرنجان مرنج شخصیت کا عکس ذہن کے آئینے پر نمودار ہو جاتا ہے، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ، انتہائی متواضع، خاکسار اور علم دوست، تدریس کے ساتھ ہمیشہ ذکر و اذکار میں مشغول رہتے ہیں، میرے اکثر فنون کے استاد رہ چکے ہیں اور بہت شفقت فرماتے ہیں، ایک دفعہ ہم قندھار گئے، وہاں ایئرپورٹ کے وی آئی پی لاونج کو طالبان نے مسجد میں تبدیل کیا تھا، اترتے ہی دیر باباجی اسی مسجد تشریف لے گئے، اپنا رومال بچھایا اور ذکر و اذکار میں مشغول ہوگئے، بندہ ان کے پاس گیا اور از راہ مزاح عرض گذار ہوا کہ

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

''صاحب فیض پہاڑ، اجاڑ دشت و بیاں کہیں بھی مسافر نہیں ہوتا، جہاں جاتا ہے خیمہ گاڑ کر دربار لگالیتا ہے''

حضرت یہ سن کر بہت مسکرائے، وہ اکثر حقانیہ کے احاطہ مدنیہ کے سامنے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور طلبہ پروانوں کی طرح ان کے گرد نثار ہورہے ہوتے ہیں، ایک دن درسگاہ سے واپسی پر حضرت کو دیکھ کر میں نے طالب علموں سے کہا کہ دیر باباجی نے شمسی توانائی سے بہت استفادہ کیا ہے، ان سے بل لینا چاہیے، کسی خدا کے بندے (طالبعلم) نے جاکر حضرت کو کہہ دیا کہ فانی صاحب کہتے

ہیں کہ آپ پر بہت بل بنتا ہے،دیر بابا جی نے استفسار کیا کہ کس چیز کا بل؟ تو طالب علم نے پوری بات بتلائی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے سردی کے تمام موسم میں یہاں بیٹھ کر دھوپ سینکی ہے اس لیے آپ پر شمسی توانائی کا بہت بل بن گیا ہے، دیر بابا جی یہ سن کر بے ساختہ مسکرا دیئے اور فرمایا کہ قانی صاحب بہت شگفتہ مزاج انسان ہیں،بعد میں میں نے اس طالب علم کی سرزنش کی کہ بڑوں کے سامنے بولتے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے مبادا وہ کبیدہ خاطر ہو جائیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ

حضرت مفتی صاحب جیسی متوکل مزاج شخصیت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی، حقیقی معنوں میں مرد قلندر ہیں،ہم اگر چہ ہم درس نہیں ہیں مگر دور طالب علمی میں میں چھوٹی کتابیں پڑھتا تھا تو وہ بڑی کتابیں پڑھ رہے تھے،طلبہ کا ایک ہجوم ان کے پیچھے ہوتا تھا اور سیف اللہ صاحب ان کو تکرار کروایا کرتے تھے،درس نظامی سے فراغت کے پہلے سال ہی ان کو توضیح تلویح اور تکملہ کی کتابیں تفویض ہوئیں جو ان کی خداداد قابلیت کا ثبوت ہے،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ نے ان کی قابلیت کو دیکھ تدریس کے لیے خصوصی طور پر وزیرستان کے مدرسے سے حقانیہ بلوالیا، یہاں آ کر وہ حضرت شیخ الحدیث کے علمی مشیر بھی بن گئے اور دارالافتاء کو بھی سہارا دیا،ان کی ہمت سے ہزارہا فتوے جاری ہوئے۔

از حد سخی ہیں اور ان کے توکل کا یہ عالم ہے کہ ایک دن ان کے برخوردار مفتی ظہور اللہ مروت نے کہا کہ ہمارا ارادہ تھا کہ زمین خریدیں گے اور اپنا مکان تعمیر کرائیں گے،کسی نے جگہ کا تعین کیا،ہم نے زمین کا مشاہدہ کیا تو وہ ہمارے لیے بہت موزوں تھی،سودا طے ہوا اور بیع منعقد ہوا،ہم بہت خوش تھے لیکن ارمانوں پر تب اوس پڑی جب مفتی صاحب نے کہا کہ یہ جگہ معہد الافتاء کیلئے وقف ہے،پھر اسی وقت مولوی شوکت علی کو حکم دیا کہ شفتالو کا ایک پودا لگوا دو تا کہ جگہ کی نشاندہی رہے، یاد رہے مفتی صاحب کو بیل بوٹوں،پرندوں اور جانوروں سے بہت محبت ہے اور گھر میں مختلف مرغابیاں بگلے وغیرہ پال بھی رکھے ہیں،ذیابیطس کی وجہ سے جب میرے پاؤں کا آپریشن ہوا اور ایک انگلی کٹوادی گئی تو بیمار پرسی کے لیے تشریف لے آئے اور ازراہ مزاح فرمانے لگے کہ تم ہمیشہ علماء کے مرنے پر مرثیے لکھتے رہے ہو تو اپنی انگلی کے کٹنے پر بھی کوئی مرثیہ لکھا ہے کیا؟ بندہ نے عرض کیا کہ اس طرف تو توجہ ہی نہیں دی تھی تو فرمایا کہ اس پر ضرور لکھو بلکہ یہ میرا حکم ہے اور ایک مصرع طرح بھی دیا کہ ع یقیں کر اے ستمگر ہم کو مرجانا بھی آتا ہے

میں نے حکم کی تعمیل کی اور کچھ اشعار جلدی سے تیار کر کے ان کی خدمت میں پیش کر دیے، اگلے دن میں درس میں مصروف تھا کہ مفتی صاحب بذات خود وہیں تشریف لے آئے اور دو سو روپے کا انعام دیتے ہوئے میرا کندھا تھپتھپا کے فرمایا کہ تم تو رئیس الشعراء ہو، اس وقت سے لے کر ابھی تک وہ مجھے رئیس الشعراء لکھتے ہیں، یہ ان کا حسن ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم، جو مصرع طرح مفتی صاحب نے دیا تھا وہ مشہور شاعر سید سلمان گیلانی کے والد سید امین گیلانی کا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ

فرشتہ صفت، فرشتہ پیکر، خوبصورت و خوب سیرت، باوقار اور سنجیدہ شخصیت جن کو خدا نے باطنی خوبصورتی کے ساتھ از حد ظاہری حسن سے بھی نواز رکھا ہے، چہرہ ہمیشہ شعلہ بار حسن سے منور رہتا ہے، زہد و تقوی کے کوہ ہمالیہ ہیں، للّٰہیت کا یہ عالم ہے کہ ایک شخص نے نام کے اخفاء پر مجھے بتایا کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دو دفعہ مولانا مغفور اللہ کی شکل میں دیکھا ہے، جب یہ بات میں نے مولانا کو بتلا دی تو بے اختیار ان پر شدید رقت طاری ہوگئی۔

حسن صورت کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بڑے محترم جناب سراج الاسلام سراج مرحوم نے ایک دن مجھے کہا کہ جی ٹی روڈ کے سامنے گھر ہونے کی وجہ سے اکثر شام کو باہر بیٹھ جاتا ہوں، کل دیکھا کہ دو آدمی سر پر سفید رومال رکھے سڑک کنارے چہل قدمی کر رہے ہیں اور آس پاس کے لوگ ان کے منور چہروں کا حیرت سے تماشا کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے کالے چشمے پہن رکھے تھے تو سراج صاحب نے کہا کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں ان کے ہم قدم ہو کے عرض گزار ہوا کہ یہاں ہمارے ہاں ایک کپ چائے ہو جائے تو سعادت ہوگی، دونوں حضرات بخوشی مان گئے اور ہمارے بیٹھک تشریف لے آئے، میں بغور ان کے چہروں کی نورانیت میں مستغرق تھا اور یہ آیت بار بار میرے سامنے آتی رہی کہ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ میں نے پھر ان کو بتایا کہ ان میں سے ایک مولانا مغفور اللہ صاحب تھے اور دوسرے مولانا عنایت اللہ فاروقی صاحب تھے، بعد میں ان کو کراچی میں ظالموں نے شہید کر دیا تھا۔

مولانا مغفور اللہ صاحب نے تمام عمر معقولی کتابیں پڑھائی ہیں اس لیے آج حدیث شریف کی تدریس میں بھی ان کا انداز متکلمانہ ہے، میرے بہت شفیق اور مہربان رہے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیب خان شہید رحمہ اللہ

مولانا نصیب خان شہید جرات، شجاعت، سخاوت، علمیت اور تواضع کی جیتی جاگتی تصویر تھے،

اللہ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا،مرد میدان اور مرد حر تھے اور ہمہ وقت عبادات میں مصروف رہتے کیونکہ ان کو جانے کی جلدی تھی یا ہوسکتا ہے انہوں نے سن رکھا تھا کہ

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

ان کے دو بیٹے ہیں ۔ایک کا نام محمد رحمان ہے اور دوسرا محمد اللہ ہے ۔بچوں سے محبت انسان کے لیے فطری بات ہے مگر مولانا کی اپنے بیٹوں کے لیے محبت فطرت سے بھی تجاوز کر چکی تھی، ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ محمد رحمان عمر میں بڑا ہے جبکہ محمد اللہ چھوٹے ہیں ۔چاہیے تھا کہ آپ بڑے کا نام محمد اللہ رکھتے اور دوسرے کا پھر محمد رحمان، کیونکہ اللہ ذاتی نام ہے اور رحمان صفاتی ہے اور ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے مگر آپ نے اس کے برعکس نام رکھ دیے؟ اس پر مولانا نے فی البدیہہ فرمایا کہ کفار تو لفظ اللہ میں شک نہیں کرتے بلکہ اللہ کو مانتے ہیں مگر رحمان میں شک کرتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ تو میں نے رد علی المشرکین کے لیے یہ مقدم رکھا ہے۔

ان کی بچوں سے محبت کو لیکر ہمارے درمیان ہلکا پھلکا مزاح چلتا رہتا، ایک دن ہم دونوں نماز مغرب کیلئے جا رہے تھے کہ راستے میں ان کے دونوں بیٹے اپنے والد کے ساتھ چمٹ گئے کہ ہم نے بھی آپکے ساتھ جانا ہے ۔شیخ نصیب خان شہید نے بچوں کو گود میں اٹھا لیا، یہ دیکھ کر میں نے ان کو کہا کہ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ کی عملی تصویر آج میرے سامنے آگئی ہے، شیخ نے کہا کہ انکو بہت دعاؤں سے مانگا ہے، میں نے کہا آپ غالبًا دعا بھی یوں مانگتے ہیں کہ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر محمد رحمان و محمد اللہ،ان ربی لسمیع الدعا ہم یہ باتیں کرتے مسجد پہنچے،جماعت کھڑی ہوگئی اور اتفاق سے اس وقت کے امام مسجد قاری فیاض الاسلام نے یہی آیات تلاوت کرنی شروع کی، میں نے محسوس کیا کہ شیخ نصیب خان صاحب بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر رہے ہیں۔

ہمارے درمیان عمر کو لے کر کبھی کبھار بحث ہوتی تھی،وہ مجھے کہتے تھے کہ آپ مجھ سے سات سال بڑے ہیں، میں نے ان کو کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا،عمر کا فرق زیادہ سے زیادہ ایک سال کا ہی ہوگا کیونکہ میں مسلسل پڑھ رہا تھا اور آپ درمیان میں جہاد کے لیے بھی تشریف لے جاتے رہے ہیں اس لیے فراغت بعد میں ہوئی ،ایک دن ہم صوابی میں اپنے ایک شاگرد کی شادی میں شرکت کی غرض سے جا رہے تھے،راستے میں یہی موضوع زیر بحث آیا، پھر کوئی چیز جیب سے نکالنے کی غرض سے انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ساتھ شناختی کارڈ بھی نکل آیا، میں نے ان کو کہا دکھائیں،جب دیکھا تو ان

کی سن پیدائش ۱۹۵۷ء درج تھی جبکہ میرے شناختی کارڈ میں سرکار کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۵۴ء لکھا ہے جبکہ اصلی سن پیدائش ۱۹۵۶ء ہے، اس بات پر وہ بڑے حیران ہوئے کہ کیسے آپ نے اتنا درست اندازہ لگایا۔ ان کے استاد اور ہمارے دوست قابل قدر ہمدرد مولوی وارث خان شہید تھے جن کو اللہ نے حافظے کا عجیب ملکہ عطاء کیا تھا، اگر ابتدائے سال کے پڑھائے ہوئے کسی مسئلے کو سال کے آخر میں بھی ان سے پوچھا جاتا تو وہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس مسئلے کو بالکل اسی طرح بیان کرتے جیسے ابتدائے سال میں پڑھایا تھا، آپ بھی جہاد کے شوقین اور شہادت کے متمنی تھے جن کو خدا نے شہادت کی خلعت فاخرہ سے نواز دیا، شیخ نصیب خان شہیدؒ بھی اپنے استاد کی طرح بلا کا قوت حافظہ رکھتے تھے اور جن سے ایک بار مل لیتے تاعمر اس کا نام ان کو یاد رہتا۔

جب ہم پرانے کوارٹروں میں تھے تو اس کے سامنے آپ نے سبزیوں کا ایک باغ لگوایا تھا، اس کے بعد جب ہم نئی دارالاقامہ کی طرف منتقل ہوئے تو آپ نے کہا کہ چونکہ ہم پرانے کوارٹرز میں ہم سایہ رہے ہیں اس لیے یہاں بھی ہمارا مکان ایک ساتھ ہی ہوگا کیونکہ ہماری ہمسائیگی مثالی ہے، اس نئی بلڈنگ کے سامنے مدرسہ کی بہت زمین تھی جس کو طلبہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لیے استعمال کرتے تھے، آپ نے مجھ سے مشورہ کرکے اس جگہ کو باغ کے لیے صاف کرنا شروع کردیا، کوڑا اٹھوانے کے لیے ٹریکٹر منگوایا مزدور کو تین ہزار روپے دیے اور باغ میں کیاریاں بنوادیں، جب میں اسباق پڑھا کر آیا تو آپ اس باغ میں مصروف تھے، میں نے پوچھا مولانا! یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہنے لگے کہ یہ سولہ کیاریاں ہیں، اس میں آٹھ میرے لیے ہیں اور آٹھ تمہارے لیے، میں نے کہا یہ تو کمال ہوگیا، جنت کے بھی آٹھ دروازے ہوتے ہیں، پھر میں نے ان کو ازراہ مزاح کہا کہ مولانا! یہ کتنی بری بات ہے کہ باغ کے قریب مفتی سیف اللہ صاحب کا گھر ہو اور اس میں ان کا حصہ نہ ہو تو مسکرا کر کہنے لگے کہ ابھی تو اس پر میں نے محنت کی ہے اس لیے فی الحال یہ ہم دونوں کا ہے، جب میں نہیں رہونگا تو یہ آپ دونوں کا ہو جائے گا، چونکہ کچھ وقت بعد سالانہ تعطیلات آنے والی تھیں اس لیے میں نے فہم کیا کہ مولانا اس کی بات کر رہے ہیں، مگر اس کے کچھ ہی وقت بعد ان کی شہادت کا واقعہ فاجعہ پیش آیا۔

حقانیہ کی مسجد کے احاطے میں میں حسامی پڑھاتا تھا جبکہ اندر وہ توضیح تلویح پڑھایا کرتے تھے، ان کو نظمیں سننے کا بھی بہت شوق تھا تو کبھی کبھار ان کے درس میں طلبہ نظمیں پڑھتے اور تکبیروں کا ایک غلغلہ اٹھتا، ایک دن اس شور سے میں زرا بدمزہ ہوا لیکن ان کے احترام میں کچھ بولنے سے خاموش رہا، جب پڑھا کر دونوں اکھٹے باہر آئے تو مولانا نے کہا کہ فانی صاحب! ناراض تو نہیں ہوئے؟ میں نے کہا نہیں مگر معذوروں کے ساتھ گزارہ کرنا چاہیے کیونکہ میں مجبوری (پاؤں کے

آپریشن) کی وجہ سے مسجد میں پڑھاتا ہوں، فوراً مسکرا کر کہنے لگے یہاں ایک اور درسگاہ ہے، میں اس پر قبضہ کرلوں گا اور کوئی پوچھے گا تو بتاؤں گا کہ فانی صاحب نے مجھے کہا ہے کہ وہاں چلے جاؤ، میں نے مسکرا کر کہا شیخ صاحب! آخر سال کا وقت ہے، اب انتظامیہ سے لڑائیاں کروائیں گے کیا!

ایک دن میں اپنے گھر کے سامنے گیلری میں بیٹھا تھا کہ ایک گاڑی آ کر رکی اور ڈرائیور نے خوب موٹا دنبہ اتار کر شیخ نصیب خان شہید کے بھتیجے مولوی عتیق الرحمان کے حوالے کیا، شام کا وقت تھا تو عتیق اس کو کھیتوں میں چرانے لے گئے، میں نے فورا ہمارے ایک مشترکہ دوست کو فون کیا کہ آج ہمارے مزے ہیں، شیخ صاحب کے لیے دنبہ لایا گیا ہے عشا کو دعوت طعام ہوگی، شیخ صاحب جب آئے تو مسکرا رہے تھے، کہا کہ یہ محمد رحمان کے ختنے کی دعوت ہے لیکن ابھی وقت بہت کم ہے گھر والے کہہ رہے ہیں عشا تک تیار نہیں ہو پائے گا، پھر اگلے دن ۴۰ کے قریب طلبہ سمیت ہم سب کی دعوت کر ڈالی۔

جیسا کہ عرض کیا تھا کہ ان کو اپنے بچوں سے بہت محبت تھی، اس لیے ان کا ختنہ کروانے میں بھی بہت دیر کردی تھی، اس بات پر ہم ان کو گاہے چھیڑتے بھی تھے کہ ہمارے علاقوں میں تو چالیس دن کے اندر ہی ختنہ کردیا جاتا ہے تو کہتے تھے یہ ابھی چھوٹا ہے مجھ سے اس کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی، میں نے کہا سال بھر کا ہوگیا ہے اب تو خیر کچھ دن بعد وہ گھر والوں سمیت چھٹیاں گزارنے گاؤں چلے گئے، ہفتہ دس دن بعد جب گھر والے واپس ہوئے تو مولانا اور ان کے بیٹے نہیں آئے، میں نے ان کے بھتیجے سے کہا کہ مولانا کیوں تشریف نہیں لائے، تو اس نے مسکرا کر بتایا کہ مولانا الگ گاؤں میں ہے اور ان کا بیٹا دوسرے گاؤں میں مختون پڑا ہے کیونکہ وہ کہہ رہے تھے مجھ سے اس کی تکلیف نہیں دیکھی جائیگی، پھر ان کے بھتیجے ضیاء الرحمان نے بتایا کہ ختنہ ہونے کے بعد مولانا گاؤں واپس آئے اور اپنے ساتھ ڈھیر سارے غبارے اور درجنوں کھلونے لے آئے، میں نے ان کو کہا کہ یہ بچے کی نظروں سے ہٹا دیں ورنہ وہ کھیلنے کی ضد کرے گا اور اپنے زخم خراب کردیگا، خیر جب مولانا گاؤں سے واپس آئے تو ہم سب اکٹھے بیٹھے تھے، مولانا نے آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ ایک اور دعوت بھی اب لازم ہوگئی ہے، میں نے کہا مولانا ابھی کچھ وقت پہلے ہی تو دعوت کی تھی اب کس چیز کی دعوت تو مسکرا کر کہنے لگے محمد اللہ کا بھی ختنہ کروا دیا ہے یہ اس کے شکرانے کی دعوت ہوگی، میں نے کہا پھر تو بسم اللہ۔

ایک دن حقانیہ کے احاطہ مدنیہ میں ایک طالب علم کی دعوت میں ہم دونوں موجود تھے کہ حسب معمول بات پشتو اور پختو پر نکل گئی، میں نے کہا ہم ش کا تلفظ ش کے ساتھ کرتے ہیں جبکہ آپ لوگ خ کے ساتھ اس کو بولتے ہیں، جیسے لکھتے پشاور ہیں اور بولتے پخاور ہیں، اس لیے ہمارا لہجہ

درست ہے، میں نے ان کو مزاحا کہا کہ آپ بھلے نحو کے امام ہوں گے مگر پشتو کے قاعدوں سے آپ واقف نہیں ہیں، پشتو حروف تہجی میں کچھ حروف زیادہ ہیں جس میں ایک یہی بھی ہے جوس کی طرح لکھا جاتا ہے مگر اوپر نیچے ایک ایک نقطہ لگا دیا جاتا ہے، اس کے تلفظ میں اختلاف ہے، ہم لوگ اس کو خ کی طرح بولتے ہیں اور آپ لوگ ش کی طرح بولتے ہیں، اس پر مولانا سمیت حاضرین بہت محظوظ ہوئے، پھر میں نے ان کو کہا کہ ایک طالب علم تھا اس نے قسم کھائی کہ میں کسی بھی جگہ تکلم میں ش نہیں پڑھوں گا خ پڑھوں گا، ایک دن بلی آئی اور شرح جامی پر بیٹھ گئی، اس طالب علم نے غصے میں بلی کو دھتکار کر کہا کہ ہہ ہو ہہ خرح ملا اوت اس لطیفے پر سب لوگ ہنسنے لگے کہ اتنے میں مولانا کے بیٹے نے دسترخوان پر گوشت کے لیے اپنے معروف لہجے کی بجائے غوخہ کا لفظ استعمال کیا، مولانا نے فوراً کہا لو یہ بھی پشاوری ہوگیا ہے، اس کمرے میں اور بھی وزیرستانی موجود تھے، مولانا نے ایک طالب علم کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے کہ یہ فلاں قبیلے کا ہے مگر یہ بھی غوخہ کی بجائے غوشہ کہتا ہے، میں نے کہا چھوڑ دو غوشہ اور غوخہ ایک ہی گدھے کے کان ہیں، اس بات پر سب لوگ دیر تک ہنستے رہے۔ شیخ نصیب خان صاحب کی شہادت سے ہم ایک بہت ہی مہربان دوست، نڈر اور بیباک ساتھی سے محروم ہوگئے، ان کے ساتھ کئی دہائیوں پر محیط تعلق کی بہت ساری یادیں دماغ پر نقش ہیں، خدا ان کے قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (امین)

مکتوبات مشاہیر کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا ایک اور علمی روحانی اور دعوتی شاہکار

منبرِ جامعہ حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

تقریباً پون صدی پر مشتمل عرصہ میں جامعہ حقانیہ میں آئے ہوئے اساطین علم وفضل ومحدثین ومشائخ واکابرین امت ارباب تصوف وسلوک، نامور خطباء ودعاۃ ائمہ رشد وہدایت، مصلحین، سیاسی زعماء، اساتذہ ومشائخ جامعہ حقانیہ کے جامعہ حقانیہ کے منبر ومحراب پر کئے گئے خطبات وارشادات کا مجموعہ جس کی ضبط و ترتیب وتبویب اور توضیح وتدوین کا کام

مولانا سمیع الحق شہیدؒ

بذات خود انجام دیا۔ ہزاروں صفحات اور ضخیم دس جلدوں پر مشتمل علم ومعرفت وعظ وارشاد کا یہ عظیم الشان مجموعہ

قیمت:۔ ۲۲۰۰/- رابطہ کے لئے 0315-989 8998 (مفتی محمد فہد حقانی)

فقیر گوہر رحمان نقشبندی فریدی

قادیانیت کا عدالتی پوسٹ مارٹم

انگریز (برطانیہ) نے متحدہ ہندوستان پر اپنے راج کے دوران اپنے راج شاہی کو دوام بخشنے کے لئے ایک پالتو تیار کرنے کا سوچا تاکہ وہ اسلام کے لبادہ میں مسلمانوں کو ضلالت کی راہ پر ڈال کر اسلام دشمن طاقتوں کے لئے معاون و مددگار بن سکے۔ چنانچہ اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ گورداسپوری قادیانی نے حامی بھر لی، چند روزہ دنیاوی مفاد حاصل کرنے کیلئے گمراہی اور کفر و الحاد کے راستہ پر چلنے کے لئے قادیانی تحریک ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو قائم کیا گیا اور جب سال ۱۸۹۰ء میں مرزا ہندی نے اپنے آپکو مہدی اور مسیح موعود کے طور پر پیش کیا تو مسلمانوں میں بے چینی بڑھ گئی اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کیا تو ایک قدم مزید بڑھا کر سال ۱۹۱۰ء میں پیغمبر اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا، جس پر مسلمانان ہند نے آگ بگولہ ہو کر شدید غیض و غضب کا اظہار کیا۔

پاکستان بننے کے بعد مسلمانوں کا عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چقماق مزید بھڑک کر قادیانیت کے خلاف ان کا کھلا احتجاج اس قدر عروج کو پہنچا کہ حکومت کیلئے ان حالات کو قابو میں رکھنا ممکن نہ رہا اور ملک میں مارشل لاء کا نفاذ ناگزیر ہو گیا۔ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں نے فروری ۵۳ء میں لاہور میں مظاہرے شروع کر دیے اور ۶ مارچ ۵۳ء کو لفٹننٹ جنرل اعظم خان نے گورنر جنرل غلام محمد کی ہدایت پر لاہور میں مارشل لاء نافذ کیا لیکن باوجود مارشل لاء کے نفاذ کے، مسلمانوں کی زبان پر مرزا قادیانی کو آئینی اور قانونی طور کافر اور اسکے گروہ کو اقلیتی جماعت قرار دینے کے فلک شگاف نعرے فضاؤں میں مسلسل گونجتے رہے۔ اس مقصد کیلئے اس وقت کے علماء کرام نے بائیس نکاتی ایجنڈا حکومت کو پیش کیا اور کاروان حق کے سفر کا یہی وہ نکتہ آغاز تھا جو چلتے چلتے ۷ ستمبر سال ۷۴ء میں آئینی ترمیم پر منتج ہو کر قادیانیوں، لاہوریوں جیسے دشمنان اسلام کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا۔

شریعت محمدی علیہ الف الف مرۃ تحیۃ وسلام کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحت تمام قادیانی، لاہوری وغیرہ (جو حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب عربی ہاشمی خاتم

النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ورسول نہیں مانتے، وہ بالاجماع کلی طور پر کافر ہیں) لیکن سوال یہ ہے کہ صرف اتنا قرار دینا منزل مقصود حاصل کرنے کیلئے کافی ہے؟ یا یہ کام بام عروج تک پہنچانے کیلئے سیڑھی کا پہلا قدم ہے؟

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ کے مطابق قادیانیوں وغیرہ کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، جسکی مزید توثیق فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ لکھتے ہوئے کی ہے کہ احمدی لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ فیڈرل شریعت کورٹ)

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قادیانیوں کی جانب سے مقدمات میں انکی جانب سے اکثر و بیشتر مجیب الرحمٰن ایڈوکیٹ بحیثیت وکیل پیروی کرتا ہے اور دوران سماعت بھی عدالت کے روبرو قادیانیوں کو مسلمان اور اپنے عقیدہ کو اسلام بتاتے ہیں، اس سے متعلق خود وفاقی شرعی عدالت کے سابق چیف جسٹس فخر عالم صاحب نے اپنے ایک فیصلہ مصدرہ ۲؍اگست ۸۴ء میں ذکر ان لفاظ سے کیا ہے۔

پیرا نمبر ۱۳: ''یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ دوران سماعت بھی یہ لوگ، باوجود آئینی شق کے، خود کو مسلمان اور اپنے عقیدہ کو اسلام جتلاتے رہے اور اس بات پر مصر رہے کہ انہیں (قادیانیوں کو) کسی مذہبی تنظیم نے غیر مسلم قرار نہیں دیا بلکہ یہ اس وقت کے برسر اقتدار سیاسی جماعت کا کیا دھرا تھا۔ عدالت نے سائلان کو اس بات کی نشاندہی کرائی کہ یہ آئینی ترمیم تمام سیاسی جماعتوں اور پارلیمنٹ کا مشترکہ فیصلہ ہے، جو فریقین، بشمول قادیانی گروہ، کے مؤقف کو باقاعدہ سننے کے بعد عمل میں لایا گیا۔''

یہ لوگ اتنے فریبی، مکار اور ڈھیٹ ہیں کہ اس واضح آئینی ترمیم کے باوجود یہ اپنے گھناؤنے دھندے میں لگے رہے اور اپنے کفریہ عقائد کا پرچار چوری چھپے پمفلٹ، رسائل اور کتابوں کے ذریعے کرتے رہے۔ انکی ان کوششوں کو کچلنے کے لئے بالآخر سال ۱۹۸۴ء میں پاکستان کے اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت نے امتناع قادیانیت آرڈیننس سال ۱۹۸۴ء کے ذریعے جماعت احمدیہ (کافریہ) کی بہت سی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی۔ علاوہ ازیں مرزا غلام احمد گورداسپوری قادیانی کے پیروکاروں کے لئے اسلامی طریقہ پر سلام کرنا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا وغیرہ قابل گرفت جرائم قرار دئے گئے۔ چنانچہ اس آرڈیننس کے پیش نظر مرزا قادیانی کے اس وقت کے چوتھے خلیفہ (انچارج) مرزا طاہر نے پاکستان سے اپنا مرکز لندن منتقل کیا، تا کہ وہاں اپنے آقاؤں کے سایہ تلے اپنے مکروہ کفریہ تنظیم آسانی

سے چلا سکے۔سال ۲۰۰۳ء میں مرزا طاہر کے آنجہانی ہونے کے بعد انکا پانچواں لیڈر مرزا مسرور منتخب ہوا۔اصل بات کی طرف لوٹتا ہوں کہ قادیانیوں وغیرہ جیسے کفریہ عقائد رکھنے والوں کو صرف غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں اور نہ ہی صرف امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجرا کافی ہے، بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جتنی بھی منسلک اور متعلقہ باتیں ہیں ان سب پر عمل کرنا اور اس کام کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانا ہی منزل مقصود ہے۔اس سلسلے میں یہ کہنے کی بھی جسارت کرتا ہوں کہ یہ آئینی ترمیم ۷ ستمبر سال ۷۴ء میں لائی جا چکی ہے۔اس وقت سے تا حال پینتالیس سال کا طویل عرصہ کے دوراں کتنی حکومتیں آئیں اور گزر گئیں لیکن ان تمام حکومتوں میں اہل علم حضرات شریک اقتدار رہتے ہوئے بھی اس طرف توجہ دینے، دلانے میں قطعی ناکام، بلکہ غافل رہے، یہاں تک کہ اسی دوراں غازی ممتاز قادری کو بھی تحفظ رسالت کی پاداش میں پابند سلاسل رکھے جانے کے بعد پھانسی کی سزا دیکر شہید کر دیا گیا۔شاید اس سے ممتاز قادری شہید کے زبان پر بھی یہ الفاظ رہے ہونگے ......

بولتے کیوں نہیں میرے حق میں
آبلے پڑ گئے زبان میں کیا؟

بہت ممکن ہے کہ بعض اشخاص بندہ عاجز سے ناراض بھی ہوں، لیکن حق بات کے لئے ہر قسم کے سیاسی مصلحتوں اور وابستگیوں کو بالائے طاق رکھ کر حق کہنا ہی ناگزیر ہوتا ہے، کیونکہ جواب اللہ جل وعلاء کو دینا ہے اور قبر میں پہلی ملاقات سردار دوجہاں آقائے نامدار خاتم النبیین والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی ہے۔اس دوراں وقفے وقفے سے ختم نبوت تاج رسالت سے متعلق ان آئینی اور قانونی اقدامات پر درپردہ چالاکی سے حملے بھی ہوئے ،کبھی بیان حلفی کو اقرار نامہ کے الفاظ سے بدلنے کے ذریعے تو کبھی قادیانیوں کو اقلیتی کونسل میں شامل کرنے اور کبھی قانونی سہارا لیکر اعلیٰ عدالتوں میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کو منسوخ کرنے کیلئے درخواست دائر کرنے کے ذریعے سے،لیکن الحمدللہ! پاکستانی مسلمان عوام جذبہ عشق رسالت میں مست ان کے مقابلہ میں سد ذوالقرنین کی طرح ثابت قدم اور چوکنے رہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب قادیانیوں وغیرہ کو کافر ہونے کی وجہ سے کافر قرار دیا جا چکا ہے اور جب انکے ایسے اعمال، اقوال اور افعال جو کسی بھی طریقہ سے مسلمانوں کے مماثل ہوں، پر قانونی پابندی کیساتھ ساتھ قابل گرفت جرائم بھی قرار دیے جا چکے ہیں، تو ان کیلئے مزید قانونی اقدامات تا حال کیوں نہیں اٹھائے گئے؟ ان نکات کی نشاندہی بندہ اپنے ایک تحریر میں کر چکا ہے اور وہ تحریر

متعدد معرف دینی رسائل جیسے ماہنامہ الفاروق ہفت روزہ تحفظ ختم نبوت، تجلیات فرید، پیام سلامتی وغیرہ (بشمول ماہنامہ غزالی) کی زینت بن چکی، لیکن شومئی قسمت کہ عمل کرنے کے لئے کسی بھی نیک بخت صاحب اقتدار اور معاون اقتدار کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکا۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ مصدرہ ۳رجولائی ۱۹۹۳ء میں قادیانیت سے متعلق کافی ساری باتوں کا جائزہ لیا ہے۔ یہ فیصلہ کثیر التعداد اوراق پر مشتمل ہے جن کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں لیکن جو قادیانیت سے متعلق چند چیدہ چیدہ باتیں ہیں، وہ اپنے قارئین کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ فیصلہ پانچ مختلف اپیلوں پر باقاعدہ سماعت ہونے کے بعد سنایا گیا اوران درخواستوں میں مشترکہ نکتہ ایک ہی تھا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس (مجریہ سال ۱۹۸۴ء) کو خلاف آئین گردانا جائے اور ان پانچ مقدمات میں جو (قادیانی) مجرموں کو اسی آرڈیننس کے تحت سزائیں مجاز عدالتوں نے سنائی تھیں، کو کالعدم قرار دیئے جائیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مذکورہ آرڈیننس کے نتیجہ میں جنم پانے والے دفعات کو محترم قارئین کرام کی جانکاری کے لئے مختصرا بیان کروں:

۲۹۸ (بی): بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

(ا) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہوں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہو یا تحریری یا نظر آنیوالے کسی نقش رنشان کے ذریعے۔

الف: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفتہ المومنین، خلیفتہ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور منسوب یا مخاطب کرے۔

ج: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

د: یا اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے طور منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دیجائیگی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

محترم قارئین کو معلوم ہو کہ مرزا ہندی گورداسپوری قادیانی کے پیروکار یہ القاب خلیفہ، صحابی وغیرہ اپنے ان بڑوں کیلئے اور گورداسپوری قادیانی کی آنجہانی بیوی کیلئے ام المومنین لفظ استعمال کرتے ہیں۔

(۲) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو مسلمان، احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہو یا تحریری یا نقوش رنشانات کے ذریعے، اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان اذان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دیجائیگی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲۹۸: (سی) قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے؛

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدہ کو اسلام کا عقیدہ کہے؛ یا الفاظ کے ذریعے یا زبانی ہو یا تحریری یا نقش رنشان کے ذریعے اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا تشہیر کرے؛ یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کی مذہبی احساسات کو مجروح کرے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دیجائیگی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

زیر بحث مقدمات میں دفعہ ۲۹۸ (سی) کے تحت قادیانی مجرموں کو سزا دی گئی تھی۔
معزز عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلہ میں مسلم اور غیر مسلم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے؛

۱۹ (بی): غیر مسلم سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں، بشمول عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ مت یا پارسی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والا اور ایسا شخص جو قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے ظاہر کرتے ہیں) یا بہائی اور کوئی بھی شخص جو جدول میں دیئے گئے اشخاص و ادیان سے متعلق ہیں۔

معزز عدالت نے قرار دیا ہے کہ قادیانیوں کا خود کو کسی بھی طریقہ سے مسلمان کہنا یا ظاہر کرنا شرعی جرم کیساتھ ساتھ قانونی جرم بھی ہے، اسی بات کو تقویت دینے کیلئے فاضل جسٹس صاحب نے ٹریڈ مارک اور کاپی رائٹ کے مختلف قوانین اور مثالیں بیان کی ہیں جیسے کوکا کولا، فلپس وغیرہ ٹریڈ مارک، ٹریڈ نام جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ دوسروں کو دھوکہ دینا اور نہ دوسروں کی ملکیتی حقوق کو پامال کرنا۔

فیصلہ زیر بحث میں جناب جسٹس عبدالقدیر صاحب نے ایک خوبصورت جملہ لکھا ہے کہ: عجیب بات یہ ہے کہ: ''لقب'' قائداعظم'' کو تحفظ دینے کے لئے تو قانون نے تحفظ فراہم کی ہے، جسے کسی نے بھی متنازعہ بنا کر عدالت میں چیلنج نہیں کیا، لیکن اس نظریاتی (اسلامی) ملک میں قادیانی لوگ جو غیر مسلم ہیں، چاہتے ہیں کہ وہ اپنے باطل عقیدہ کو بطور اسلام پیش کریں۔ یہ بات انتہائی قابل قدر ہے کہ کرہ ارض کے اس حصہ (پاکستان) میں مسلمانوں کیلئے اب بھی اسلامی عقیدہ انتہائی اہم ہے اور وہ کسی ایسی حکومت کو بھی برداشت نہیں کرتے جو انہیں ان کے مذہب وعقیدہ کے حوالہ سے اس قسم کی جعلسازی، فریب اور دھوکہ دہی سے محفوظ رکھنے میں ناکام ہو۔'' (ص:۳۵)

جناب جسٹس موصوف نے مزید لکھا ہے کہ: ''جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے، شریعت اسلام کسی بھی شخص کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ مسلمانوں کے اسلامی شعائر کو اختیار کرے (اسلامی ملک کے سربراہ کو ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے لکھا ہے) اور اگر باوجود ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کے حکمران ہونے کے وہ غیر مسلموں کو، بغیر اسلام قبول کرنے کے، ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے، تو اسے اپنے فرائض منصبی دیانتداری سے پوری کرنے میں ناکام تصور کیا جائے گا۔ ایک اسلامی حکومت کے پاس یہ طاقت موجود ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اپنانے اور اختیار کرنے سے منع کرنے کے لئے مناسب قانون سازی کرے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ یہ جعلی مسلمان دوسرے لوگوں کو اسلامی خوبصورت شعائر سے متاثر کر کے، اسلام کی طرف نہیں، بلکہ اپنے دھوکہ بازی اور جعلسازی کے پھندے میں پھنسانے سے روکے جاسکیں۔'' (ص:۳۷)

اسی فیصلہ میں یک اور جگہ پر لکھتے ہیں: ''اگر قادیانیوں کا مقصد کسی کو (اسلام) کے حوالہ سے دھوکہ دینا نہیں تو یہ لوگ خود اپنے القابات واصطلاحات کیوں نہیں بناتے اور اپناتے؟ کیا انہیں (قادیانیوں کو) اس بات کا احساس نہیں کہ اسلامی شعائر یا دوسرے نشانات وغیرہ، جو دوسرے مذاہب کے ہیں، پر ان کا انحصار کرنا ان کے اپنے عقیدہ کا کھوکھلا ہونا ظاہر کرتا ہے؟ جس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان (قادیانیوں) کا یہ نیا مذہب (ایک ڈھونگ ہے) اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا، بلکہ مکروفریب کی بیساکھیوں پر دوسروں کو رام کرنے کا سہارا لیتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں، لیکن کسی ایک نے بھی کبھی بھی مسلمانوں یا کسی دوسرے مذہب سے کوئی چیز چرانے کی کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ وہ اپنے مذہبی عقائد پر فخر کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی بات ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون بھی موجود نہیں، جو قادیانیوں کو اپنے طور اپنے لئے (مسلمانوں سے الگ) اپنے اصطلاحات،

نشانات، رسومات وغیرہ بنانے اور اپنانے پر پابندی لگاتا ہو" (ص:۳۶)

معزز جسٹس صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں؛"مسلمانوں کا یقین ہے کہ انگریز کے دور اقتدار میں یہاں کے مسلمانوں کے مذہبی عقائد و عبادات کی سرحدوں پر حملہ کرنے کیلئے انہوں نے قادیانی طبقہ کو جنم دیا۔ مسلمان انہیں اپنے مذہبی یگانگت، اتحاد اور یکجہتی کیلئے ایک مستقل شدید خطرہ سمجھتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا سارا دارومدار انکے مذہبی عقائد، شعائر اور عبادات پر ہے، لہٰذا قادیانیوں کا اسلامی شعائر، القابات اور طور طریقے اپنا کر پیش کرنا امت مسلمہ کے خلاف انکے سوچے سمجھے منظم سازش کا حصہ ہے، جو یقیناً، جس طرح ماضی میں متعدد مرتبہ واقعات پیش آئے ہیں، حالات کو مخدوش اور سنگین بنانے کیلئے کافی ہے۔" فاضل جسٹس صاحب نے مرزا قادیان کے فحش اور غلیظ زبان کی بھی نشاندہی کی ہے اور اسکے آخر میں لکھتے ہیں کہ کیا ایک پیغمبر اس قسم کی باتیں کرسکتا ہے اور ان باتوں کا اثر اسکے مخاطبین پر کیا پڑے گا؟

"الف: ہر مسلمان میری کتابوں سے محبت رکھتا ہے، ان میں موجود مواد سے فائدہ حاصل کرتا ہے، مگر جو طوائفوں کی اولاد ہو اور جن کے دلوں پر مہر لگا ہو، وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔

ب: اس قسم فحش زبان کے اور بھی مثالیں ہیں لیکن یہاں صرف ایک اور یہاں لکھنا کافی ہے۔ "میرے دشمن سؤر کی اولاد ہیں اور ان کی بیویاں کتیوں سے بدتر ہیں۔" (ص:۵۱)

قادیانیوں کے اسلامی القاب جیسے امہات المؤمنین، صحابی، رضی اللہ عنہ وغیرہ کے غلط استعمال اور خود کو باوجود کافر ہونے مسلمان ظاہر کرنا، سے متعلق معزز جسٹس صاحب موصوف لکھتے ہیں؛

"کسی خاص سرکاری ملازم کیلئے مختص لباس کوئی اور شخص پہنے تو وہ زیر دفعہ ۱۷۱ تعزیرات پاکستان قابل سزا جرم ہے، اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے نام کا ووٹ بنائے یا انتخابات میں استعمال کرے تو وہ زیر دفعہ ۱۷۱ (ڈی) قابل تعزیر جرم تصور ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی اور کا روپ دھار کر کوئی کام کرے تو وہ بھی زیر دفعہ ۲۰۵ تعزیرات پاکستان قابل گرفت جرم ہے، اور مزے کی بات یہ کہ تعزیرات پاکستان کے وجود کے آنے کے وقت یعنی سال ۱۸۶۰ء سے لیکر تا حال کسی نے ان قانونی دفعات پر کوئی اعتراض نہیں کیا، تو امتناع قادیانیت آرڈیننس مذکور پر کیوں واویلا مچایا جارہا ہے؟ (قائین کرام نوٹ فرمائیں کہ تعزیرات پاکستان (بعد میں چند ترامیم کے ساتھ) وہی تعزیرات ہند ہے جو عرصہ دراز سے ہندوستان میں نافذ العمل چلا آرہا ہے۔)

قادیانیوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمانوں کے طور طریقے اپنا کر اور اپنے بڑوں (مرزا قادیانی، بشیر الدین، طاہر، مسرور وغیرہ) کے لئے وہ الفاظ و القاب استعمال کریں جن سے دوسروں کو جلسازی سے باور کرائیں کہ ان میں بھی (مسلمانوں کی طرح) اس قد و کاٹھ کے بزرگ لوگ موجود ہیں۔ ان کے یہ طریقے نہ صرف ناسمجھ، بے علم، سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں بلکہ اس پورے عرصہ (قادیانیت کے وجود میں آنے کے وقت سے تا حال) وقتاً فوقتاً معاشرہ میں امن و امان جیسے سنگین مسائل بھی پیدا کرتے چلے آ رہے ہیں۔" (ص:۶۱)

جسٹس صاحب موصوف حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی ایک کتاب کا اقتباس بطور حوالہ نقل کرتے ہیں: "جب قادیانی تحریک نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جو شریعت اسلام کے پیش کرنے والے ہیں، کی نبوت سے بڑھ کر نئی نبوت کا دعوی پیش کر کے باقی تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیا تو اسی وقت مجھے وہ (مرزا) جھوٹا لگنے لگا۔ بعد میں مجھے حیرت انگیز طور اسکے جھوٹے ہونے کا زیادہ اطمینان اس وقت ہوا، جب میں نے اپنے کانوں سے خود مرزا کے ایک پیروکار کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بکواس کرتے ہوئے سنا۔ (ص:۵۱)

قادیانی ظفر اللہ کے بارے میں فاضل جسٹس صاحب روزنامہ زمیندار ۸ فروری ۱۹۵۰ء کے حوالہ سے رقمطراز ہیں: "سر ظفر اللہ خان جو پاکستان کا وزیر خارجہ تھا، نے قائداعظم محمد علی جناح کے جنازہ میں شرکت کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا تھا کہ اسے ایک غیر مسلم ریاست کا مسلم وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ تصور کیا جائے۔"

فیصلہ میں مرزا پنجاب کے ناپاک جسارت اور غلیظ زبان کے متعلق مزید لکھا ہے: "حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے مؤرثان اعلی سے متعلق مرزا قادیان (لعنۃ اللہ علیہ) لکھتا ہے: (یہ الفاظ لکھتے ہوئے نہایت شرم آتی ہے لیکن "نقل کفر، کفر نہ باشد"، قارئین کی آگاہی کیلئے مجبوراً دکھ سے لکھنا پڑتا ہے۔ فقیر سہون بابا جی) "اس (حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے تین دادیاں اور تین نانیاں طوائفوں کی اولاد تھیں اور اسی خون کی وہ نمائندگی کرتا ہے۔ جبکہ قرآن کریم نے واضح کلمات میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا اعلان فرمایا ہے؛ ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل عالم کی رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے دعا کی کہ اے میرے رب! جو بچہ میرے

پیٹ میں ہے، میں نے اسکو ہر چیز سے چھڑا کر، تیرے لئے خاص کیا، پس تو اس کو میری طرف سے قبول فرما، بیشک تو ہی ہے جو سننے والا، جاننے والا ہے تو اس کے رب نے اسکو اپنی پسندیدگی کی قبولیت سے نوازا، اسکو عمدہ طریقہ پر پروان چڑھایا اور زکریاؑ کو اسکا سرپرست بنایا۔ جب جب زکریاؑ محراب میں اسکے پاس جاتا تو وہاں رزق پاتا۔ اس نے پوچھا! اے مریم! یہ چیز تمہیں کہاں سے حاصل ہوئی ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جس پر چاہے، بے حساب فضل فرماتا ہے'' (آل عمران:۳۷۔۳۳) (اسی طرح فاضل جسٹس صاحب نے سورۂ آل عمران کی آیات ۴۷۔۴۵ اور سورۂ مریم کی آیات ۲۳۔۱۶ کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن قلت صفحات کی وجہ سے یہاں نہ لکھ سکا۔فقیر سہون باباجی) تو کیا کوئی مسلمان قرآن کریم کے احکامات کے خلاف کچھ بول سکتا ہے؟ یہ بات قابل توجہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو مذکورہ بالا غلیظ زبان استعمال کرنے پر انگریز عدالت بھی اسے تحت قانون رسالت (Blasphamy Act, 1669) کو قید کی سزا دے سکتی۔'' (ص:۶۸) (یہ مذکورہ قانون برطانیہ میں بھی نافذ العمل ہے، مگر پاکستان میں اس کے نفاذ پر بیجاواویلا مچایا جارہا ہے۔)

معزز عدالت عظمی پاکستان نے سماعت کے نتیجہ کے طور اخذ کرکے قرار دیا ہے کہ:'' امتناع قادیانیت آرڈیننس سال ۱۹۸۴ء من وعن بالکل درست اور صحیح ہے اور کسی زاویہ سے آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء کے خلاف نہیں ہے۔''

اعلان اشاعت خاص

بیاد: بحرالعلوم، سلطان العلماء، مفکر اسلام حضرت مولانا **علامہ خالد محمود** رحمۃ اللہ علیہ

مجلّہ ''صفدر'' لاہور حضرت علامہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت وخدمات پر ایک ''خاص نمبر'' شائع کررہا ہے، جس میں معاصرین، تلامذہ، متعلقین ومحبین اور عوام میں سے استفادہ کرنے والے حضرات کے تاثرات بھی شامل ہوں گے۔ جو حضرات اپنے مضامین ومقالات، تاثرات، تعزیتی پیغامات یا منظوم کلام ارسال فرمانا چاہیں، جلد از جلد درج ذیل پتے، ای میل یا واٹس ایپ نمبر پر ارسال فرمادیں۔ جو حضرات اپنے تاثرات زبانی بتانا چاہیں، وہ اپنے نام، پتے اور مکمل تعارف کے ساتھ درج ذیل نمبر پر صوتی پیغام (وائس میسج) بھی ارسال فرماسکتے ہیں۔علاوہ ازیں اگر کسی صاحب کے پاس حضرت علامہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب یا تحریر موجود ہو تو اسے بھی ارسال فرمانے کی گزارش ہے۔ اگر مضمون، مقالہ، مکتوب یا تاثرات کمپوز شدہ ہوں تو اُن کی ''اِن پیج'' فائل بھی ای میل یا واٹس ایپ فرمادیں تو نوازش اور ادارے کے ساتھ دوہرا تعاون ہوگا۔

حمزہ احسانی، مجلّہ صفدر، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

hamza.ehsani44@gmail.com ___ 0312-461277

(تیسری قسط)

مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر

ابومنصور ماتریدیؒ کی قبر پر حاضری

آپ کی قبر سمرقند کے علاقہ ریگستان کے قریب آبادی میں واقع ہے۔ ہماری بس آپ کے مزار تک نہیں جاسکتی تھی پولیس کے گاڑی بھی ہمارے ساتھ تھی آپ کے قبر مبارک تک سب کو پیدل جانا پڑا آپ کی قبر کو بھی وہاں کے لوگوں نے اپنے گھروں میں محفوظ کردیا تھا آج کل آبادیوں کے قریب کھلی جگہ میں خوبصورت مزار ہے۔ آپ کی قبر مبارک کے اردگرد ۲۹ قبروں کے کتبے پڑے ہوئے تھے جن پر ایک ایک عالم اور محدث کا نام لکھا ہوا تھا میں نے ان کتبوں کی تصاویر لی تھیں لیکن وہ ضائع ہوگئیں۔

آپ کا نام محمد بن محمد بن محمود ابومنصور الماتریدی ہے آپ امام المتکلمین اور مصحح عقائد المسلمین یعنی مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کرنے والے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ سے پہلے لوگوں کے عقائد غلط تھے بلکہ آپ فنی لحاظ سے صحیح اسلامی معیار کے مطابق بطور فن احناف کے اسلامی عقائد کے مدون اول ہے جس طرح امام ابوحنیفہؒ فقہ حنفی کے اولین امام اور مدون ہیں۔ ماتریدیہ وہ حضرات ہیں جو شیخ ابومنصور ماتریدیؒ کے پیروی کرتے ہیں امام ماتریدی چونکہ حنفی تھے اس لیے یہ مکتب فکر احناف میں مقبول ہوا احناف عام طور پر کلامی مسائل میں ماتریدی ہیں۔۔

آپ نے علی ابی بکر احمد الجوزجانی عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد سے تفقہ حاصل کیا، جبکہ امام ابومنصور الماتریدیؒ سے حکیم قاضی اسحاق بن محمد السمرقندی، علی الرشتغی اور ابومحمد عبدالکریم بن موسیٰ ایزدی نے تفقہ حاصل کیا۔ آپ نے اپنی قیمتی تصانیف میں باطل عقیدہ والوں اور جھوٹے اور غلط اقوال کی تردید کی ہے آپ نے کتاب التوحید، کتاب المقالات اور کتاب اوھام المعتزلۃ لکھیں۔ ابومحمد الباہلی کے پانچ اصولوں، روافض کی امامت اور قرامطہ کا رد کیا ہے اصول فقہ میں آپ نے کتاب مآخذ الشرائع فی الفقہ

والحدل بھی لکھی ہے۔ آپ کا سن وفات ۳۳۳ھ ہے ماترید سمرقند کا ایک محلہ ہے ان کی قبر کی زیارت کے وقت ہمارے راہ نما یعقوب نامی شخص سے میں نے پوچھا کہ آپ کہاں کے ہیں تو اس نے کہا کہ ماترید میرا گاؤں ہے ان کا یہ جواب مجھے اتنا پیارا لگا کہ جیسے کوئی کہے کہ میں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کا باشندہ ہوں۔ ماتریدی کی طرف نسبت کی وجہ سے جناب یعقوب صاحب سے اور بھی محبت پیدا ہوگئی اس لیے کہ یہ ابومنصور الماتریدیؒ کے گاؤں کا رہنے والا ہے جس نے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کی اور عقائد کی باب میں ایک اعلیٰ اور صحیح معیار امت مسلمہ کے لیے پیش کیا۔

حضرت خواجہ دانیال کی قبر پر حاضری

سمرقند کے ایک خوبصورت اور سرسبز علاقہ میں مٹی کی ایک پہاڑی کے دامن میں اکیس میٹر لمبی قبر ہے۔ مزار تک پہنچنے کے لیے کافی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں پہاڑی کے نیچے دامن میں صاف پانی کا ایک چشمہ ہے زائرین یہ پانی پیتے ہیں ہم نے بھی اس چشمہ کا پانی پیا۔ مزار کی طرف جاتے ہوئے اس خوبصورت پہاڑی تک پہنچنے کے لیے ایک انتہائی خوبصورت دوطرفہ پکی پانی کی نہر بہتی ہے جس سے یہ پورا منظر انتہائی حسین نظر آتا ہے کھلا اور بہت پرسرور علاقہ ہے آپ کی قبر پر ہم پہنچے دیکھا تو لمبے کمرہ میں بند اکیس میٹر لمبی قبر ہے سب حضرات نے فاتحہ پڑھی ایصال ثواب کیا۔ مزار کے باہر بیٹھنے کے لیے اعلیٰ جگہ بنی ہوئی ہے صاحب مزار کے بارے میں اختلاف ہے مقامی لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ہے اس لیے یہاں یہود بھی زیادہ آتے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبورانبیاء ھم وصالحیھم مساجدا پتہ نہیں یہود کے ہاں زیارت کا طریقہ کیا ہے ہماری موجودگی میں ہم نے ان کی زیارت کا طریقہ اور منظر نہیں دیکھا البتہ کچھ مرد اور عورتیں مزار سے باہر موجود تھیں لیکن وہاں یہ پہچان مشکل ہوتی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

بندہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ قبر حضرت دانیال علیہ السلام کی نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کی ہے جو حضرت خواجہ دانیال کے نام سے مشہور ہیں اس کی پوری تحقیق یعنی ہسٹری مجھے معلوم نہیں ہے۔ البتہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> وقد روینا عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ أنہ لما وجد قبر دانیال فی زمانہ بالعراق امر أن یخفیٰ عن الناس وأن تدفن تلک الرقعۃ التی

وجدوها عنده فيها شيء من الملاحم وغيرها (ج ٤، ص ٧٧٣)

ہمیں عمر بن خطاب سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب آپ نے اپنے زمانہ میں عراق میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو پایا تو حکم دیا کہ اس قبر کو لوگوں سے مخفی رکھا جائے اور اس قبر کے پاس لکھا ہو رقعہ پایا تو اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو دفن کیا جائے اس رقعہ میں ملاحم یعنی جنگوں کے بارے میں اور کچھ اور چیزوں کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ قصص الانبیاء میں فرماتے ہیں ابوالعالیہ کہتے ہیں ہم نے تستر شہر (بصرہ کے قریب) فتح کیا تو ہم نے ہرمزان بادشاہ کے بیت المال میں ایک تخت پایا جس میں ایک شخص کی میت رکھی ہوئی تھی اس کے سر کے ساتھ ایک مصحف (کتاب اللہ) تھا تو ہم نے مصحف اٹھا کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچایا آپ نے حضرت کعب کو طلب فرمایا تو آپ نے اس مصحف کو عربی زبان میں تبدیل کیا پھر ہم نے اس کو پڑھا اور کہا کہ میں پہلا عربی شخص ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اس کو اپنے قرآن کی طرح پڑھا تھا۔ ابوخالد بن دینار نے ابوالعالیہ سے پوچھا آپ لوگوں نے اس میت کا کیا کیا؟ فرمایا ہم نے دن کے وقت تیرہ قبریں متفرق جگہوں میں کھودیں پھر رات کے وقت اس شخص کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو اس ایک قبر جیسا بنایا تا کہ لوگوں کو پتہ نہ چل سکے اور اس کو نہ کھودیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر عراق میں ہے سمرقند میں نہیں۔ حضرت عمرؓ کے فعل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ غیر مسلموں کو انبیاء اور صالحین کی قبروں اور مزارات پر حاضری کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ لوگ اپنے کفر کے علاوہ ان مزارات پر کفر، شرک اور بدعات کا ارتکاب ضرور کریں گے پھر بعید نہیں کہ ان کی دیکھا دیکھی نا سمجھ اور جاہل مسلمان عوام بھی ان غیر شرعی امور کا ارتکاب شروع کر دیں۔

امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری

امام بخاریؒ کی زندگی پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، آپ کے بعد علماء اسلام کی تاریخ میں کوئی مؤرخ ایسا نہیں گزرا جس نے آپؒ کا کچھ نہ کچھ تذکرہ نہ کیا ہو اسی طرح آپ کے بعد کوئی محدث فقیہ ایسا نہیں گزرا جس نے احادیث سے استفادہ کے لیے امام بخاریؒ کے علوم کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔

صحیح بخاری کے ساتھ علماء اسلام کا تعلق

علماء اسلام نے مذاہب ومسالک اور زمانوں وزبانوں کے اختلاف کے باوجود کتاب اللہ کے بعد کسی کتاب کی طرف اتنی توجہ نہیں دی، جتنی توجہ انہوں نے صحیح بخاری کی طرف کی۔ جتنی انہوں نے صحیح بخاری پر کی ہے، اس کی کتاب کی علمی خدمات ہر اعتبار سے کی ہیں مثلاً روایت، سماع، ضبط وکتابت، تشریح احادیث، رواۃ کی تفتیش وتحقیق کے اعتبار سے، امام بخاریؒ کے حالات اورسوانح لکھنے کی ضرورت نہیں، بڑے بڑے اسلامی مؤرخین اور محدثین نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے، صرف ان کے مزار پر حاضری کا ذکر کرتا ہوں۔

امام بخاریؒ کا مزار سمرقند کے ایک گاؤں خرتنگ میں ہے۔ بخارٰی سے سمرقند ۲۷۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے بخارٰی خراسان کا قدیم شہر ہے اور ماوراء النہر کے علاقہ کا شہر ہے، حضرت عثمان بن عفان کے بیٹے سعید بن عثمان بن عفان نے اس کو فتح کیا، امام بخاری بخارٰی کے حاکم سے اختلاف کی وجہ سے سمرقند اپنی خالہ کے گھر آگئے تھے، یہاں کچھ عرصہ ٹھہرے رہے اور دعا کی:

اللهم قدضاقت على الارض بمارحبت فاقبضنى اليك

''یعنی اے اللہ زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہوگئی مجھے اپنے پاس بلالیجئے چنانچہ ایک ماہ کے اندر انتقال ہوگیا۔''

اول ہم تاشقند سے ریل کے ذریعہ بخارٰی گئے بخارٰی سے واپسی دوبارہ ریل کے ذریعہ ہوئی، ازبکستان کی ریل گاڑی بڑی عمدہ ہے، سفر بڑا آرام دہ اور پرلذت ہے بخارٰی سے سمرقند آئے، سمرقند کا ریلوے اسٹیشن انتہائی خوبصورت ہے، وہاں سے بسوں میں بیٹھ کر ایک ایسے ہوٹل میں گئے، جو انتہائی خوبصورت علاقہ میں واقع تھا، میں نے اپنی زندگی میں ایسا خوبصورت علاقہ کبھی نہیں دیکھا تھا قریب ہی ایر پورٹ تھا، صبح واک (چہل قدمی) کے لئے نکلا بہت مزہ آیا، جہاں جس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں کیفضاء اتنی کھلی اور ہموار تھی کہ ہوٹل کی کھڑکی سے جب باہر دیکھتا اور وسیع فضا کا مشاہدہ کرتا تو یوں محسوس ہوتا کہ شاید پوری دنیا میرے سامنے ہے اور اس کا نظارہ کررہا ہوں۔
اس ہوٹل سے ہم بسوں کے ذریعے امام بخاریؒ کی قبر کی طرف آئے، وہاں کے امام صاحب اور دیگر افراد پہلے سے استقبال اور انتظار کررہے تھے، انہوں نے وفد کو خوش آمدید کہا اور ہمیں امام بخاریؒ کے مزار کے قریب لے گئے مزار کے سامنے برآمدہ میں بٹھا کر سب کو مختصر بریفنگ دی اور کہا کہ ہم آپ کو

امام بخاریؒ کی اصل قبر دکھلائیں گے۔مزار اور مرقد مبارک زیرزمین کمرہ میں ہے، کمرے کو ہر وقت تالا لگا رہتا ہے، سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنا پڑتا ہے، کمرہ کی چھت کے اوپر مزار کی شکل بنی ہوئی ہے اور چاردیواری میں گویا اوپر سے نیچے اصل مزار چھپا ہوا ہے، زائرین مزار کے قریب آکر باہر سے زیارت کر کے چلے جاتے ہیں، وہاں کے امام صاحب نے فرمایا کہ اس جگہ کا پرانا نام خرتنگ ہے لیکن اب اس جگہ کا نام خوجہ اسماعیل ہے۔خوجہ کا معنی ہے مسلمانوں کی ایک تجارت پیشہ قوم، اسماعیل تو امام بخاریؒ کے والد کا نام ہے وہاں کے امام صاحب اور دیگر حضرات نے حضرت مولانا پیرعزیزالرحمٰن ہزاروی مدظلہ کو بخاری کا خاص چپان (چغہ) پہنایا، حضرت پیرصاحب نے بعض علماء کی مزار کے قریب دستار بندی بھی کی اس کے بعد مزار کی حاضری تھی، چونکہ مزار کا کمرہ تنگ اور چھوٹا تھا اس لئے چند افراد باری باری زیارت کے لئے تشریف لے جاتے، سب حضرات کی عجیب کیفیت تھی لیکن میرا شوق زیارت دیدنی تھا، سب سے پہلے مزار کے سرہانے جانب قبلہ پہنچا، اور فوراً بخاری شریف کا پہلا پارہ بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا، جو پاکستان سے اپنے ساتھ لے گیا تھا ساتھیوں نے جب دیکھا کہ بخاری شریف پڑھ رہے ہیں تو بعض حضرات نے کہا کہ اونچی آواز سے پڑھیں، بندہ نے ذرا اونچی آواز سے پڑھنا شروع کیا اور کچھ حصہ پڑھنے کے بعد پارہ جناب مفتی محمد صاحب کو دے دیا کہ آپ بھی پڑھیں، تمام علماء ساتھی باری باری زیارت کر رہے تھے لیکن میرا جی وہاں سے اٹھنے اور نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے زیارت کے بعد اگر کسی مزار کی زیارت کی اہمیت ہے تو یہی ہے دل میں خیال آتا کہ یہ وہ امیرالمؤمنین فی الحدیث ہیں جن کی کتاب کی اہمیت قرآن مجید کے بعد دوسرے نمبر پر ہے اور یہ وہ امام بخاریؒ ہیں جن کی کتاب کا پوری مسلم دنیا میں قرآن مجید کے بعد پڑھنے اور پڑھانے کا رواج ہے اور تمام علماء اور محدثین کی توجہ کا مرکز ہے، کافی دیر مزار کے سرہانے کے قریب بیٹھا رہا اور دل میں دعائیں مانگتا رہا کیونکہ برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا مقام تھا، روحانی سکون بھی محسوس کر رہا تھا، اگر امام بخاریؒ جیسی شخصیت سمرقند میں میں مدفون نہ ہوتی تو ہم کس کے لیے ازبکستان کا سفر کرتے۔

نوٹ: زیارات کی طرف مستقل سفر میں علماء امت کا قدرے اختلاف موجود ہے، دونوں طرف جواز اور عدم جواز کے دلائل موجود ہیں، اس پر بندہ کا مستقل مضمون لکھا ہوا ہے لیکن ابھی چھپا نہیں۔

یہ بھی امام بخاریؒ کی کرامت ہے، کہ کمیونسٹوں کے ظالمانہ اور سفاکانہ دور میں ان کی قبر محفوظ رہی، ورنہ روسی اور یہودی کمیونسٹوں نے تو سمرقند کے چار سو محدثین کے قبرستان کا نام ونشان

مٹادیا ہے، ہمارے ساتھ ساؤتھ افریقہ کے ایک نوجوان عالم محمد سلوجی نے واقعہ سنایا کہ ان کے والد بشیر احمد سلوجی صاحب نے ۱۹۸۰ء میں ازبکستان کا سفر کیا تھا امام بخاریؒ کی قبر مبارک کے پاس جب تشریف لائے تو ایک بورڈ (کتبہ) لگا ہوا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ ایک بہت بڑے کمیونسٹ کی قبر ہے، یہ واقعہ جب میں نے سنا تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ کتبہ جنہوں نے بھی لگایا تھا انہوں بہت بڑی حکمت عملی اور دور اندیشی سے کام لیا ہے، جس کی وجہ سے امام بخاریؒ کی قبر محفوظ رہ گئی اگر اس طریقہ سے امام بخاریؒ کی قبر کو محفوظ نہ رکھا جاتا تو ممکن ہے کہ آج دیگر محدثین کی طرح ان کی قبر کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ لیکن الحمدللہ آج پوری دنیا کے اس بے نظیر اور نامور محدث کی قبر محفوظ ہے اب تو عالیشان مقبرہ اور مزار ہے اور ساتھ وسیع وعریض رقبہ کی مسجد اور مدرسہ کی عمارت ہے، خوبصورت چمن ہے لیکن مدرسہ ابھی تک چالو نہیں ہوا، جناب پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ اور دیگر حضرات نے کئی مقامات پر رورو کر دعائیں مانگیں کہ ماضی کی طرح ایک بار پھر یہ علاقہ علم وعمل اور تقویٰ کا گہوارہ بن جائے۔

قثم بن العباس بن عبدالمطلب کے مزار پر حاضری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور حضرت ابن عباسؓ کے سگے بھائی ہیں ان کی والدہ ام الفضل لبابۃ بنت الحارث ہے ام الفضل مکہ میں حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت ہے، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ عبیداللہ اور قثمؓ (حضرت عباس کے دونوں بیٹے) کھیل رہے تھے اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سواری پر گزر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے قثم کو میری طرف اٹھاؤ یعنی میرے ساتھ سواری پر بٹھا دو اور مجھے (عبیداللہ) اپنے آگے بٹھا دیا اور قثم کو پیچھے۔ عبیداللہ حضرت عباسؓ کو زیادہ محبوب تھے لیکن آپ نے اپنے چچا کی اس محبت کی پرواہ نہیں کی کہ حضرت قثم کو اپنے ساتھ سواری پر سوار کیا اور حضرت عبیداللہؓ کو چھوڑ دیا۔ عبدالرحمٰن بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قثم سے پوچھا کہ حضرت علیؓ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے یعنی آپ حضرات وہ مرتبہ حاصل نہ کر سکے تو حضرت قثم نے فرمایا کہ انه کان اولنا لحوقاً واشدنا لزوقا یعنی ہم سے وہ ہر لحاظ سے قدیم الاسلام ہیں۔

حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں: وکان قثم آخر الناس عهدا برسول الله لانه کان آخر من خرج من قبره ممن نزل فیه، "زمانہ کے لحاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے آخری تعلق رکھنے والے حضرت قثم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترنے والوں میں سے سب سے آخر میں قبر سے نکلنے والے ہیں ایک اور روایت میں آخر الناس عهدا قثم ابن العباس۔

زمانہ کے لحاظ سے سب سے آخر تعلق دار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قثم بن العباس ہے۔ بخاری شریف کتاب اللباس میں حدیث ہے ابن عباسؓ فرماتے ہے کہ:

اتیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد حمل قثم بین یدیه والفضل خلفه او قثم خلفه والفضل بین یدیه فایهم شرا أوایهم خیرا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قثم بن العباس کو اپنی سواری پر آگے اور فضل ابن العباس کو پیچھے بٹھائے ہوئے تھے یا قثم پیچھے تھے اور فضل آگے تھے اب تم ان میں سے کسی برا کہو گے اور کسی کو اچھا (یعنی دونوں اچھے ہیں)

حضرت علیؓ نے آپ کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا حضرت علیؓ کی شہادت تک آپ مکہ کے والی تھے

اسدالغابة فی معرفة الصحابة میں ہے: ثم ان قثم سار سمرقند مع سعید بن عثمان بن عفان فمات بها شهیدا پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت سعید بن عثمان بن عفانؓ نے ان علاقوں میں جہاد کیا اور فتح کیا سعید بن عثمان بن عفان کی معیت میں آپ نے جہاد کیا اور سمرقند میں شہید ہوئے، اس لیے آپ کی قبر مبارک سمرقند میں ہے۔

ان کی صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی ،ابن عباسؓ کو جب آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی اور یہ آیت پڑھی وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ولم یعقب قثم۔قثم نے اپنے پیچھے اولاد نہیں چھوڑی۔

سمرقند میں بسوں کے ذریعے ہمارا وفد آپ کے مزار کی زیارت کیلئے گیا، کافی اونچائی پر آپ کی قبر مبارک واقع ہے کافی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں اور پھر بہت سارے کمروں میں بند قبریں ہیں ،آپکی قبر مبارک تک جانے کیلئے مختلف کمروں سے گزرنا پڑتا ہے، ایک چھوٹے کمرے میں پکی اور قدرے اونچی قبر تھی میں فوراً آپ کی قبر مبارک کے قبلہ کی جانب پہنچا اور فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کے بعد دل ہی دل میں خوب دعائیں مانگیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ،صحابی ،شہید اور اللہ کے راستے کے مسافر ہیں۔کہاں مکہ اور مدینہ اور کہاں سمرقند ،اندازہ لگائیں اللہ کے دین کی خدمت کیلئے حرمین جیسی مقدس فضاؤں سے انکو اللہ کے دین کیلئے قربانی زیادہ پسند تھی۔(جاری ہے)

جناب ظفر سید
کالم نگار و ادیب

منشی نول کشور
جن کے بادشاہ بھی معترف تھے

افغانستان کے بادشاہ امیر عبدالرحمٰن نے ۱۸۸۵ء میں ہندوستان کا دورہ کیا جہاں گورنر جنرل لارڈ ڈفرن نے ان کے اعزاز میں دربار منعقد کیا۔ اس دربار میں ایک ہندو منشی کو راجوں مہاراجوں کے برابر جگہ دی گئی جس پر وہ برہم ہو گئے کہ یہ کس کو ہمارے درمیان لا بٹھایا ہے، گورنر جنرل نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا، مجھے افسوس ہے کہ آپ جس ہستی کے بارے میں نہیں جانتے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو کیا معلوم کہ یہ منشی نول کشور ہیں، یہ سن کر شہنشاہِ افغانستان چونک اٹھے اور منشی صاحب کو اپنے پاس تخت پر بٹھا کر کہا: ہندوستان آ کر مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ مجھے کسی اور بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی، یہ تھے منشی نول کشور، جنھوں نے ۱۸۵۸ء میں لکھنو میں اس وقت چھاپہ خانہ قائم کیا جب جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان زخموں سے چور چور تھا، منشی صاحب نے اپنے چھاپے خانے کی مدد سے ہندوستان کے ثقافتی ورثے کو محفوظ کر دیا ورنہ خدشہ تھا کہ کہیں یہ ذخیرہ ہمیشہ کے لیے ضائع نہ ہو جائے۔

منشی جی کا پریس اس قدر کامیاب ثابت ہوا کہ ہندوستان کی کسی بھی زبان کی کتاب اس میں شائع ہو کر نہ صرف پورے ملک میں بلکہ ملک سے باہر بھی خوشبو کی طرح پھیل جاتی تھی، منشی صاحب کے پریس میں دو ہزار سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں اور اپنے عروج کے زمانے میں اس کے عملے کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ تھی۔ منشی نول کشور کے چھاپہ خانے میں ویسے تو سنسکرت، کیتھی، ہندی اور دوسری زبانوں کی کتابیں شائع ہوتی تھیں لیکن ان کی خاص توجہ اردو پر تھی، ان کے پریس کے لیے ملک بھر کے نمایاں مصنف لکھتے تھے اور انھیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔

اس کو کہتے ہیں کتاب!

ہندوستان میں پرنٹنگ کا آغاز پرتگالی مشنریوں نے ۱۶ویں صدی کے وسط میں کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ جب اکبر کے دربار میں ایک پرتگالی مشنری نے پرنٹنڈ کتاب پیش کی تو مغل اعظم اس کا بھدا پن دیکھ کر ہنس پڑا اور شاہی کتب خانے سے ایک منقش، مصور مخطوطہ پیش کر کے پادری کا منھ بند کر دیا کہ یہ دیکھو! اس کو کہتے ہیں کتاب! شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں پرنٹنگ اس طرح سے رائج نہیں ہو سکی کہ وہ عوامی سطح پر جا کر اس طرح کا علمی اور سماجی انقلاب پیدا کرنے کا باعث بن سکتی جیسا صدی قبل یورپ میں کیا تھا۔

نول کشور پریس نے فارسی ادب کی چند بنیادی کتابیں شائع کیں جن کی وجہ سے ایران اور افغانستان والے بھی ان کی قدر کرنے لگے، اس ابتدائی ٹھوکر کے بعد ہندوستان میں صحیح معنوں میں پرنٹنگ کو رائج ہونے میں ڈھائی صدیاں لگ گئیں اور آخر کہیں جا کر ۱۷۷۹ میں کلکتہ میں پریس قائم ہوا، تاہم اس کا دائرہ محدود تھا۔

کوہِ نور سے آغاز

۱۸۰۱ میں فورٹ ولیم کالج نے بڑے پیانے پر اردو کتابوں کی اشاعت کی سلسلہ شروع کیا تاہم اس فن کو منشی نول کشور نے جو ترقی دی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آ سکی، منشی صاحب تین جنوری ۱۸۳۶ کو متھرا میں پیدا ہوئے تھے، انھوں نے ابتدائی تعلیم کا آغاز مکتب میں فارسی اور اردو پڑھ کر کیا، ان کی نوجوانی کے زمانے میں لاہور سے اخبار 'کوہ نور' نکلتا تھا جس میں ان کے مضامین شائع ہونے لگے، جو اس قدر مقبول ہوئے کہ اس کے مدیر منشی ہرسکھ رائے نے انھیں لاہور آ کر اخبار میں کام کرنے کی دعوت دی جو نول کشور نے قبول کر لی۔ اسی دوران ۱۸۵۷ کے ملک گیر فسادات شروع ہو چکے تھے، جن میں دوران امراء و روساء کے صدیوں پرانے کتب خانوں میں موجود ہزاروں نادر مخطوطے تلف ہو گئے۔ ۲۱ سالہ نول کشور نے تمام صورتِ حال کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور انھیں ہم وطنوں کی حالت سدھارنے کا ایک کارگر طریقہ سوجھ گیا۔

خود اپنے کندھوں پر سامان اٹھا کر

جونہی حالات کسی قدر معمول پر آئے، وہ تہذیبی مرکز لکھنو چلے گئے جہاں انھوں نے ۱۸۵۸ء کے آغاز میں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں چند دستی پریس اور پتھر خرید کر چھاپہ خانہ قائم کیا اور

طباعت کا کام شروع کر دیا۔ ابتدا میں انھوں نے چند مذہبی رسائل اور بچوں کے قاعدے چھاپے اور انھیں خود ہی بیچنا شروع کیا۔ وہ خود اپنے کندھوں پر طبع شدہ مواد کے گٹھڑ اٹھا کر بازار اور دفاتر تک لے جاتے تھے۔ انگریزوں کو ان کی لگن پسند آئی اور انھیں دفتری سٹیشنری کے ٹھیکے ملنے لگے، جب کام کسی قدر چل نکلا تو نول کشور نے اپنے پہلے شوق یعنی صحافت کی طرف توجہ کی، ۲۶ نومبر ۱۸۵۸ء میں انھوں نے اودھ اخبار کا اجرا کیا جو بڑے سائز کے چار صفحات پر مبنی ہوتا تھا۔ یہاں لاہور میں صحافت کا تجربہ کام آیا اور جلد ہی اس اخبار نے اپنی دھاک بٹھا دی، منشی صاحب نے دوسرے شہروں میں بھی اپنے نامہ نگار مقرر کرنا شروع کر دیے جن کی تعداد بڑھتی چلی گئی، اودھ اخبار کو ہندوستان کا پہلا ملک گیر اخبار کہا جا سکتا ہے، جلد ہی اس کی اشاعت ۱۲ ہزار تک پہنچ گئی اور یہ ملک کے علاوہ انگلستان، برما اور دوسرے ملکوں تک بھیجا نے لگا۔

غالب سے دوستی

منشی صاحب کے ساتھ جن لوگوں نے اس اخبار میں کام کیا ان میں رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، قدر بلگرامی، منشی امیر اللہ تسلیم اور دوسرے مشاہیرِ اردو شامل ہیں، اس اخبار میں جن لوگوں کے مضامین چھپتے تھے ان میں مرزا غالب اور سر سید احمد خان بھی شامل ہیں۔ سرشار کا شاہکار ''فسانہ آزاد'' اسی اخبار میں دسمبر ۱۸۷۸ء سے دسمبر ۱۸۷۰ تک قسط وار چھپتا رہا، غالب منشی صاحب کے ذاتی دوستوں میں شامل تھے۔ وہ نول کشور پریس کے بارے میں ایک خط میں لکھتے ہیں'' اس چھاپہ خانے نے جس کا بھی دیوان چھاپا، اس کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔'' غالب منشی صاحب کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانے سے دریغ نہیں کرتے، چنانچہ ایک اور خط میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں'' خالق نے اسے زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے۔'' غالب کے دوست قدر بلگرامی جب مالی مشکلات کا شکار ہوئے تو غالب نے انھیں خط میں لکھا کہ جا کر لکھنو میں میرے دوست سے ملو، تمھارا کام ہو جائے گا، اس دوران منشی صاحب کے پریس کی شہرت ہندوستان سے باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گئی تھی، فارسی کی چند بنیادی کتابیں سب سے پہلے اسی پریس میں شائع ہوئیں، چونکہ منشی صاحب خود اردو اور فارسی کے عالم تھے، اس لیے انھوں نے اس طرف خاص توجہ کی اور جہاں سے اچھا مخطوطہ نظر آیا، اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کر دیا۔ اس سلسلے میں غالباً ان کے پریس کا سب سے بڑا کارنامہ داستانِ امیر حمزہ کی ۴۶ جلدوں کی اشاعت ہے جسے دنیا کی سب سے بڑی داستان کہا جاتا ہے۔

اسلامی کتب کی اشاعت

ہندو ہونے کے باوجود منشی نول کشور نے کئی اہم اسلامی کتابیں، قرآن کی تفاسیر، احادیث کے مجموعے اور فقہ کی کتابیں شائع کیں۔نول کشور پریس سے شائع ہونے والی چند قابلِ ذکر کتابیں یہ ہیں: فتاوی عالمگیری، سنن ابی داؤد، سنن ابی ماجہ، مثنوی مولانا روم، قصایدِ عرفی، تاریخ طبری، تاریخ فرشتہ، دیوانِ امیر خسرو، مراثی انیس، فسان آزاد، داستانِ امیر حمزہ، دیوانِ غالب، کلیاتِ غالب فارسی، الف لیلہ، آثار الصنادید (سرسید احمد خان)، قاطعِ برہان (غالب)، آرائشِ محفل، دیوانِ بیدل، گیتا کا اردو ترجمہ، رامائن کا اردو ترجمہ، وغیرہ۔

منشی نول کشور نہایت فیاض طبیعت کے مالک تھے اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ وہ ہندوستان بھر کے کتب خانوں اور تدریسی اداروں کو مفت کتابیں فراہم کرتے تھے، انیسویں صدی میں ہندوستان میں اردو زبان اور گنگا جمنی ثقافت کے فروغ کے لیے منشی صاحب کی خدمات کسی سے کم نہیں ہیں۔ انھوں نے سرسید احمد خان کے ساتھ مل کر عوام میں آگہی پھیلانے کا بیڑا اٹھایا اور اپنے اخبار کے ذریعے سرسید کی تحریک کی بھرپور حمایت کی، یہاں تک کہ اودھ اخبار میں سرسید کے رسالے تہذیب الاخلاق کے مضامین دوبارہ سے شائع ہوتے تھے۔

سرسید احمد خان نے منشی نول کشور کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے شمالی ہندوستان کے اردو دان طبقے میں علم اور معلومات کے جدید رجحانات پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا، وہ دوسرے اخبار مالکان پر زور دیتے تھے کہ وہ منشی نول کشور کی مثال پر عمل کریں۔

دولوگوں سے ملنے ہندوستان آیا ہوں

نول کشور پریس نے فارسی ادب کی چند بنیادی کتابیں شائع کیں جن کی وجہ سے ایران اور افغانستان والے بھی انکی قدر کرنے لگے۔ چنانچہ جب ایران کے بادشاہ ہندوستان آئے تو انھوں نے کہا کہ میں صرف دو لوگوں سے ملنے آیا ہوں، ایک گورنر جنرل اور دوسرے منشی نول کشور۔ اردو کے اس عظیم محسن کا انتقال ۱۹؍فروری ۱۸۹۵ میں ۵۹ برس کی عمر میں ہوا۔

(اطلاع)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تمام کتب کیلئے مفتی محمد فہد حقانی سے رابطہ فرمائیں،

آپ کتب آن لائن بھی منگوا سکتے ہیں۔ 0315 -9898998

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس العربیہ کے زیراہتمام امتحانات کا انعقاد:

۱۱تا۱۶ جولائی: کورونا وائرس کی وجہ سے جہاں پورا ملک متاثر ہوا وہی مدارس دینیہ کے طلبا کرام کا نظام تعلیم بھی شدید متاثر رہا۔ چار ماہ کی تعطیلات کے بعد بحمدہ تعالیٰ وفاق المدارس العربیہ کے قائدین نے امتحانات کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ ایس او پیز کی رعایت رکھنا امتحانات کا لازمی جز قرار دیا گیا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تقریباً چار ماہ بند رہنے کے بعد ایک مرتبہ پھر علوم دینیہ کے طلبا کرام کا مسکن و ماویٰ بنا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم اور نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کے زیرنگرانی ایس او پیز کی رعایت کا خاص خیال رکھتے ہوئے وفاق المدارس کے تحت جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں امتحانات کا انعقاد ہوا۔ جامعہ کے وسیع آٹھ ہالوں میں ہزاروں طلبا کرام امتحان میں شریک ہوئے، وفاق المدارس کی طرف سے امتحانی ہالوں میں متعین نگرانوں اور ممتحین حضرات نے انتہائی جانفشانی سے اپنی خدمات سرانجام دی۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ کا باقاعدہ آغاز

۵ ۰/جولائی کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے (۳۷ویں) نئے تعلیمی سال کا الحمدللہ باقاعدہ آغاز اجتماعی تقریب سے ہوا، جس میں تمام اساتذہ، منتظمین اور قدیم و جدید طلباء نے شرکت کی۔ افتتاحی تقریب جامع مسجد حضرت مولانا عبدالحقؒ کے وسیع و عریض ہال میں بوقت عصر منعقد کی گئی، حسب سابق کی طرح امسال بھی حضرت مہتمم صاحب نے ترمذی شریف سے درس کا آغاز فرمایا اور طلباء سے تفصیلی اصلاحی خطاب فرمایا۔ اس کے بعد نائب مہتمم صاحب نے جدید طلباء کو جامعہ کے اصول و ضوابط سے روشناس کیا۔ تقریب کی اختتامی دعا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ نے فرمائی۔

حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

ا/جون: شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق کی زیرصدارت جامعہ حقانیہ کے تمام اساتذہ کرام کا اہم اجلاس منعقد ہوا، اجلاس میں نئے تعلیمی سال کے حوالے سے اور موجودہ صورتحال میں داخلوں پر

کافی غوروحوض کیا گیا، اجلاس میں حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کے علاوہ جامعہ کے تمام اساتذہ کرام وناظمین حضرات نے شرکت فرمائی، اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا، نئے تعلیمی سال کے لئے داخلوں کا اعلان یکم جون سے کیا جائے۔

یکم جون: جامعہ حقانیہ میں سال ۲۱۔۲۰ء کے نئے تعلیمی سال کے داخلوں کا آغاز ہوا، تمام درجات کے داخلے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے زیرنگرانی مکمل ہوئے، داخلوں کے سلسلہ یکم جون سے شروع ہوا اور ۱۶جون تک جاری رہا، اس دوران حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب روزانہ تعلیمی کمیٹی کے ارکان سے مشاورت جاری رکھی۔

۴رجون: اپنے بڑے بھائی جناب پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب کے بیٹے ڈاکٹر عثمان حقانی کی تقریب نکاح کے سلسلے میں پشاور تشریف لے گئے اور برخوردار کے نکاح کا فریضہ ادا کیا۔ والد محترم مولانا حامد الحق حقانی اور خاندان کے دیگر افراد شریک ہوئے۔

۶رجون: مفتی ارشاد حقانی صاحب کے جواں سال بیٹے کی شہادت پر صوابی تشریف لے گئے اوران سے تعزیت فرمائی۔

۸رجون: وفاق المدارس العربیہ کا ایک اہم اجلاس جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہوا، اجلاس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ نے فرمائی، اجلاس میں مدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔

۱۶رجون: جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس مدظلہ کی والدہ صاحبہ کی وفات پر شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ انکے گاؤں ترنگزئی چارسدہ تشریف لے گئے اوران سے تعزیت فرمائی، اس موقع پر حافظ سلمان الحق، مولانا بلال الحق مکی اور مولانا ظفر الحق صاحبان بھی ہمراہ تھے۔

۷رجولائی: جامعہ حقانیہ کے انتہائی مشفق ومحب مجلس شوریٰ کے رکن، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک حقانی خاندان کے عقیدت مند الحاج محمد جان صاحب (جن کے والد الحاج نذیر بادشاہ صاحب جوکہ ٹمبر یونین کے پی کے کے سربراہ تھے، انتہائی مصروف ترین کاروباری زندگی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ جامعہ حقانیہ کی تعمیر وترقی میں اپنے خاندان سمیت اکثر اوقات حاضر رہتے اور یہی وطیرہ ان کی اولاد نے اپنایا، خصوصاً الحاج محمد جان مرحوم آخری وقت حیات تک جامعہ حقانیہ اور خصوصاً حضرت مہتمم صاحب سے مربوط رہے) کی رحلت پر تعزیت کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ ان کے گھر پشاور تشریف لے گئے اس موقع پر ان کے تمام خاندان سے مختصر خطاب فرما کر تسلی اور صبر کی تلقین فرمائی۔ نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب،

مولانا راشد الحق صاحب نے بھی پشاور جا کر تعزیت کی۔

۸رجولائی: شفیق امت حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر دارالعلوم زکریا راولپنڈی تشریف لے گئے اور ان کے فرزندان سے تعزیت کی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

۱۲رمئی: جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرکزی وسیع ہال میں پہلی مرتبہ نماز تراویح میں ختم القرآن جامعہ کے قابل اور خوش الحان طالب علم قاری حسنین نے سنایا۔تقریب ختم القرآن کی مناسبت سے منعقدہ تقریب سے والدمحترم حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ اور جامعہ کے استاد حدیث حافظ شوکت علی صاحب مدظلہ نے خطاب کیا۔

۲۰مئی: عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما میاں افتخار حسین سے ان کے بھائی کی وفات پر تعزیت کی۔

۲۰مئی: حضرت دادا جان شہیدؒ کے دیرینہ دوست ،سابق گورنر بلوچستان سید فضل آغا مرحوم کے انتقال پر ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی۔

۲۲مئی: جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ میں خطبہ جمعۃ الوداع کی مناسبت سے''یوم القدس''اور''تحفظ حرمین شریفین'' کے حوالے سے خطاب فرماتے ہوئے مظلوم فلسطینیوں ،کشمیریوں ،شام اور افغانستان کے علاوہ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں سے اظہار یکجہتی اور انکی آواز بننے کا عہد دہرایا۔

۲۴مئی: حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ العالی نے مرکزی عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں نماز عیدالفطر ادا کی اور اجتماع سے مفصل خطاب فرمایا۔اسلام کی سربلندی کیلئے امت مسلمہ کے اتحاد اور تحریک بڑھانے پر زور دیا۔ ☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے نماز عید کے اجتماع سے اختتامی خطاب فرمایا،ان سے قبل مولانا عرفان الحق حقانی صاحب نے بھی خطاب کیا۔

۲۵۔۲۶مئی: ملک بھر سے سینکڑوں کی تعداد میں فضلائے حقانیہ ،جمعیت علمائے اسلام کے رہنماؤں و کارکنان ،عیدمبارکباد کی غرض سے اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور والدمحترم مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور دیگر شیوخ واساتذہ حقانیہ سے ملاقات کی۔

۲۹مئی: شام میں واقع امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مزار پر انکے جسد اطہر کی توہین کے واقعہ کے منظر عام پر آنے کے بعد پوری امت مسلمہ بالخصوص مسلمانان پاکستان میں شدید غم وغصہ پایا گیا ،جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ میں نماز جمعہ کے اجتماع سے اس حوالے سے مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے مذمتی خطاب فرماتے ہوئے بے ضمیر مسلم حکمرانوں سے اس ظلم کے خلاف قدم اٹھانے،

اور مجرموں کو سرعام پھانسی دینے کا مطالبہ کیا۔

۲جون: جمعیت علمائے اسلام ضلع کرک کے وفد نے اکوڑہ خٹک میں حضرت والدصاحب مدظلہ سے موجودہ ملکی سیاسی صورتحال اور تنظیمی امور سے متعلق ملاقات کی اور ضلع کرک کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔

۱۲رجون: دارالعلوم حقانیہ کے معاون ومخلص گل حاجی صاحب مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے پشاورتشریف لے گئے ۔نماز جنازہ کے موقع پر اپنے خطاب میں مرحوم کی دینی خدمات کوسراہا۔

☆ معروف پارلیمنٹرین اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے محبّ جناب منیر اورکزئی کی وفات پر ان کے صاحبزداوں سے ان کی رہائش گاہ پشاور میں تعزیت کی۔

۱۷رجون: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کی والدہ کی وفات پر ان کے گاؤں ترنگزئی چارسدہ وفد کے ہمراہ تشریف لے گئے ،حضرت شیخ صاحب مدظلہ اور ان کے برادران سے تعزیت کی اور تعزیتی بیان فرمایا۔عم محترم مولانا راشدالحق صاحب ،مولانا سید یوسف شاہ صاحب،مولانا عرفان الحق صاحب،مولانا لقمان الحق صاحب،مولانا اسامہ سمیع صاحب جامعہ کے دیگر اساتذہ وشیوخ وعملہ نے نماز جنازہ میں شرکت کی ۔ ☆ جمعیت علمائے اسلام ضلع چارسدہ کے امیر مفتی عتیق الرحمٰن حقانی صاحب سے ان کی رہائشگاہ چارسدہ میں ان کی والدہ کی وفات پر تعزیت کی۔ ☆ جامعہ رشیدیہ ترنگزئی چارسدہ کے منتظمین اور جامعہ حقانیہ کے قدیم فضلاء کی دعوت پر ان کے ادارے جامعہ رشیدیہ تشریف لے گئے۔

۱۸رجون: دادا جان شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی اور جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست مولانا عبدالواحد کے پوتے کی تقریب ولیمہ میں شرکت کیلئے ان کے علاقہ درسمند ضلع ہنگو ایک روزہ دورہ پر تشریف لے گئے ۔مولانا سید یوسف شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۰رجون: جمعیت علمائے اسلام کا مشاورتی اجلاس جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب ،امیر جمعیت علمائے اسلام کی صدارت میں منعقد ہوا۔اجلاس میں مرکزی نائب امیر مولانا عبدالخالق ہزاروی ،صوبہ پنجاب سے مولانا عزیز الرحمٰن نقشبندی،مولانا شیر محمد مغل، صوبہ سندھ سے مولانا مفتی احمد یار خان، خیبرپختونخوا سے صوبائی امیر مولانا سید یوسف شاہ کے علاوہ دیگر رہنماؤں نے بذریعہ ویڈیولنک شرکت کی۔ اجلاس میں جمعیت علمائے اسلام کے تنظیمی امور پر گفتگو کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ حالیہ وباء کورونا وائرس کے کنٹرول میں آتے ہی ملک بھر میں جمعیت علمائے اسلام کنونشنز کا انعقاد کرے گی۔

۲۳ ؍جون: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند پیر طریقت ، رہبر شریعت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ان کے ادارہ دارالعلوم زکریا ترنول تشریف لے گئے، تعزیتی خطاب فرماتے ہوئے حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے حضرت پیر صاحبؒ کی لازوال خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور خاندان حقانی اور حضرت پیر صاحبؒ کے مابین محبت و عقیدت بھرے تعلق سمیت ان کی جدوجہد سے بھرپور زندگی پر روشنی ڈالی۔خاندان حقانی اور جامعہ حقانیہ کے اساتذہ وشیوخ نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

۲۶ ؍جون: جمعیت علمائے اسلام کے امیر ،دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین اور نائب مہتمم جامعہ حقانیہ مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے قومی وصوبائی اسمبلیوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ''خاتم النبیین'' لکھنے کی متفقہ قرارداد منظور کرانے پر اراکین پارلیمنٹ کوخراج تحسین پیش کیااور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قرارداد کو آئین پاکستان کا حصہ بناتے ہوئے اسے قانونی شکل دی جائے تاکہ اہل باطل اور قادیانیوں کی سازشوں کے آگے بند باندھا جاسکے۔

۲۹ جون: پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین کی مرکزی کمیٹی نے جامعہ حقانیہ میں مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ملاقات کی ،وفد کی قیادت مولانا محمد سعید ہاشمی اور کمیٹی کے چیئرمین حاجی ارسلا خان خروٹی نے کی،افغان مہاجرین کی کمیٹی نے مولانا مدظلہ کے سامنے افغان مہاجرین کو درپیش مشکلات بیان فرمائیں ،مولانا حقانی صاحب مدظلہ نے وفد کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ وہ اس سلسلے میں انفرادی واجتماعی طور پر ہر ممکن قدم اٹھائیں گے۔

یکم جولائی: عالمی ادارہ صحت پاکستان کے زیراہتمام حالیہ وبائی مرض کورونا وائرس کے متعلق ویڈیو کانفرنس کاانعقاد کیا گیا،والدمحترم مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے کانفرنس میں شرکت کی اور مفصل خطاب فرمایا۔

۴جولائی: پیر نقیب الرحمٰن صاحب سجادہ نشین عیدگاہ شریف راولپنڈی کی زیر میزبانی 'اتحاد امت کانفرنس' منعقد ہوئی، والدمحترم جمعیت علما اسلام (س) کے امیر ، دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ کانفرنس سے تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں اور سیاسی ومذہبی جماعتوں کے قائدین نے خطاب کیا۔ جمعیت علما اسلام کے وفد میں مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب اور اسلام آباد کے سیکرٹری جنرل مولانا اسد اللہ صاحب شامل تھے۔ ۹؍جولائی : نئے ڈی پی او نوشہرہ کیپٹن ریٹائرڈ نجم الحسنین صاحب کی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک آمد والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ملاقات کی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پوتے کی ولادت : مولانا اسامہ سمیع الحق کو اللہ نے

۱۸؍مارچ ۲۰۲۰ء کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ جن کا نام انکے دادا جان شہیدؒ کی مناسبت سے محمد سمیع الحق ثانی رکھا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِسے نیک عمل صالح بنائے اور اللہ ان کو حقیقی معنوں میں اسم بامسمی بنائے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے امین

وفیات : جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے پڑوسی اور محب حاجی سلیم خان مرحوم ۳۰؍رمضان ۱۴۴۱ کو وفات پاگئے ،ان کی نماز جنازہ نماز عیدالفطر کے بعد مرکزی عیدگاہ میں ادا کی گئی۔ دادا جان حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب (برطانیہ)، جمیعت علمائے اسلام کے مرکزی رہنما اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ رفیق حاجی بشیر احمد زرگر (کوٹ ادو) ،جمیعت علمائے اسلام بہاولپور کے امیر وجید عالم دین مولانا شمس الدین انصاری ،پیر طریقت خواجہ عزیز احمد بہلوی ،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف (اسلام آباد) ،مولانا قاری تصور الحق مدنی (برطانیہ) ،ملک کے ممتاز عالم دین اور جامعہ بنوریہ کراچی کے مہتمم مفتی محمد نعیم ،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے داماد جناب چاند بادشاہ صاحب (جہانگیرہ)، جناب شفیق الرحمٰن صاحب جہانگیرہ ،جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مفتی ومدرس جناب مفتی مختار اللہ حقانی صاحب کے چچا محترم ،دارالعلوم حقانیہ کے ناظم جناب محمد عارف صاحب کی والدہ محترمہ ،تحریک انصاف ضلع نوشہرہ کے رہنما میاں جمشید الدین کاکا خیل ،عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما اور اکوڑہ خٹک سے سابق ممبر صوبائی اسمبلی جناب خلیل عباس خٹک ، وزارت مذہبی امور کے ممتاز آفیسر بحراللہ ہزاروی ،جماعت اسلامی کے سابق امیر ،حق پرست اور نڈر لیڈر جناب سید منور حسن جیسی قدآور شخصیات کے انتقال پر حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے منتظمین ،اساتذہ وشیوخ نے شدید رنج وغم کا اظہار کیا ،مرحومین کی دینی اور ملی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں فاتحہ خوانی کی گئی اور جملہ مرحومین کے پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ ☆ جامعہ حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن ، معاون اور مخلص جناب کرنل (ر) حامد مختار بخاری ۱۱؍جولائی بروز ہفتہ مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ جامعہ کے مہتمم ،نائب مہتمم ،مولانا راشد الحق صاحبان نے انکی رہائش گاہ پر تعزیت کی ☆ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم ناظم مولانا اعجاز حسین حقانیؒ مختصر علالت کے بعد ۹؍جولائی کو وفات پاگئے ،نماز جنازہ میں حضرت نائب مہتمم صاحب کے علاوہ خاندان حقانی اور دارالعلوم حقانیہ کے اراکین واساتذہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی ،مولانا حامد الحق حقانی صاحب اور دیگر علمائے کرام نے مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمود الحسن حقانی کی دستار بندی کرائی۔ اسی طرح دارالعلوم کے انتہائی قابل ،فاضل اور پڑوسی عالم دین مولانا حافظ نفیس احمد بھی گزشتہ دنوں اچانک انتقال کر گئے ،مرحوم کا جنازہ دارالعلوم میں ادا کیا گیا ،آپ اچھے اخلاق اور جید علوم وفنون سے مزین عالم دین اور اکوڑہ خٹک کے ممتاز حافظ وقاری تھے۔ اللہ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ امین

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر الحق

تعارف وتبصرہ کتب

● **امت کے باہمی اختلافات اوران کا حل**   افادات: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مرتب: مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی   ضخامت: ۲۳۲ صفحات   ناشر: مکتبہ الایمان کراچی

مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کی اہمیت سے کسی بھی ذی شعور کو انکار نہیں، جسکی دعوت وتلقین اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات مبارکہ میں شد و مد کیساتھ دی ہے، لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ میں اختلافات کا سلسلہ شروع سے چلا آرہا ہے، تاہم جب تک امت کے اندر اختلافات صرف فروعی مسائل تک محدود ہوں اور یہی اختلافات حدود کے اندر ہو تو یہ ایک طبعی تقاضہ بھی ہے اور پھر یہ حسن کہلاتا ہے لیکن ان اختلافات میں جب کبھی کوئی ذاتی، مالی اور دنیاوی مفادات آشکارا ہوجائے تب یہ اختلاف مذموم کہلاتا ہے، موجودہ دور کے اختلافات اسی مفادات کے گرد گھومتے ہیں اوراس کی پشت پر کچھ نہ کچھ دنیاوی مفادات ہی کارفرما ہوتے ہیں، امت کے اندورنی اختلافات کو ختم کرنے اور باہمی اتحاد ویکجہتی کیلئے اہل علم وفضل نے تقریر وتحریر ہردو کو بروئے کار لاکر اس حوالے سے بے شمار خدمات سرانجام دیں اور بے شمار کتابیں لکھیں گئیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''امت کے باہمی اختلافات اوران کا حل'' بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، یہ مجموعہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی افادات سے مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی نے چیدہ چیدہ نکات و مباحث کو یکجا کرکے مرتب کیا ہے، اس میں امت کے باہمی اتفاق واتحاد پر زور دیا گیا ہے اور باہمی تنازعات اور اختلافات کے روک تھام کیلئے اصول وضوابط قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کئے ہیں، نو ابواب پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے موضوع پر ایک اہم علمی کاوش ہے۔ مولانا زید مظاہری علوم و معارف حکیم الامت کے حوالے سے ایک متخصص اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ بجا طور پر داد وتحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک ایسے وقت میں اس مجموعہ کو منظر پر لانے کی سعادت حاصل کی کہ امت مسلمہ تقسیم در تقسیم کا شکار ہے، انہوں نے معارف تھانوی سے ایک اہم کتاب کو مرتب

کر کے امت کے سامنے پیش کرتے ہوئے اپنے کو عالم برادران اتحاد امت کی صف میں شامل کیا۔

● انسان، مادہ پرستی اور اسلام تالیف: مفتی ابواحمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب نو: میاں انعام الرحمٰن، حافظ برہان الدین ربانی

صفحات ۲۹۲ قیمت: ۴۸۰ ناشر: مطاف پبلی کیشنز گوجرانوالہ

مذہب و لامذہبیت، نقل و عقلیت پرستی، روایت و جدیدیت، روحانیت و مادیت کا معرکہ ابتدا ہی سے جاری و ساری ہے لیکن سترہویں صدی کے بعد پوری دنیا نظریاتی، فکری، سیاسی، عسکری اور معاشی طور پر مغربی تہذیب کی لپیٹ میں ہے، مغربی تہذیب خالصتاً ایک مادی تہذیب ہے بلکہ بقول مارماڈیوک پکتھال کہ یہ سرے سے تہذیب ہی نہیں بلکہ یہ بہیمیت ہے جسے آسان الفاظ میں جاہلیت خالصہ و جدیدہ ہی ہم کہہ سکتے ہیں، اس تہذیب کا مطمح نظر صرف یہی مادی دنیا ہے اور وہ اس عارضی جہاں کو جنت ارضی بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور اسی کی تگ و دو میں مصروف عمل ہے، اس مادہ پرستانہ نظریہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں بے شمار مقالات، مضامین اور کتابیں حیطہ تحریر میں آچکے ہیں اور تاہنوز لکھی جارہی ہیں، اس سلسلہ کی ایک حسین کڑی مولانا مفتی احمد عبداللہ لدھیانویؒ کی یہ کتاب بھی ہے، مولانا مفتی ابواحمد عبداللہ لدھیانویؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اجل، مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید، بلند پایہ محقق اور کئی اہم کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جن کے بارے میں مولانا کشمیریؒ نے فرمایا تھا کہ ''مجھے اس شخص کے علم و دیانت پر پورا اعتماد ہے۔''

زیر تبصرہ کتاب ''انسان، مادہ پرستی اور اسلام'' میں انہوں نے مذہب اسلام کی حقانیت کو محکم دلائل سے ثابت کر کے مادیت اور مادہ پرستی کے تمام مظاہر کا اعلیٰ اسلوب میں نقد و محاسبہ، رد و محاکمہ پیش کیا ہے، مغربی تہذیب سے جنم لینے والی تمام مادہ پرستانہ نظریات اور تمام باطل نظاموں کا ٹھوس علمی جائزہ لیا ہے اور اس جاہلانہ مغربی تہذیب سے پھوٹنے والی تمام انحرافات کو ایک ایک کر کے آشکارا کرنے کی سعی کی ہے، انسان، مادہ پرستی اور اسلام اس تثلیث کے تینوں زاویوں کا علمی عقلی تجزیہ پیش کیا ہے، عام فہم اسلوب، فکر انگیز جملے، مربوط نثر اور محکم دلائل سے مزین یہ کتاب اپنے موضوع پر بہترین کاوش و گرانقدر علمی گنجینہ قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، دینی مدارس وعصری جامعات کے فضلا یکساں طور پر اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

- **تذکرہ علماء ایبٹ آباد** مولف: پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد

صفحات: ۷۱۱ قیمت: ۹۸۰ برائے رابطہ: 0321-4650131

ناشر: حافظ محمد ندیم دارالکتاب، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور،

ہر زمانے میں اکابرین علماء امت اور مشائخ عظام کے تذکار و سوانح اور ان کی زندگی کے خدوخال کو لکھ کر لاحقین تک پہنچانا ہمارے اہل علم وقلم کا بہترین ذوق رہا ہے، اس ذوق پر عمل پیرا ہو کر پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد صاحب نے زیر نظر کتاب بڑے احسن انداز سے ترتیب دی ہے، اس میں ۱۰۰ اعلماء و خطباء، مدرسین و مصنفین کا تذکرہ بڑے تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا۔

پروفیسر صاحب کا خاصہ یہ ہے کہ جس شخصیت کا سوانحی خاکہ پیش کرتے ہیں ان کے مضامین، تالیفات، مکتوبات اور تقریظات تک گنوا کر سامنے لانے پر زور دیتے ہیں، اخیر میں ماخذ و مصادر جو تحقیق کی اہم ترین کڑی ہوتی ہے شامل فرما دیتے ہیں، موصوف نے ضلع ایبٹ آباد کے علماء کو علاقائی ترتیب سے یکجا کر کے قاری کو اپنے مطلوبہ شخصیت تک رسائی کو آسان بنادیا ہے، صاحب کتاب کا پیرانہ سالی میں اس کام کا انتہائی انہماک سے انجام دینے کا منظر احقر نے دارالعلوم حقانیہ میں چند برس قبل آنے کے موقع پر کتب خانہ میں بیٹھ کر ملاحظہ کیا ہے، گھٹنوں میں ورم اور تکلیف کے باعث بیٹھنا بھی مشکل لیکن پھر بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ کے کتابیات کی فہرست مرتب کرنے کیلئے دن کا زیادہ تر حصہ اسی حالت میں کرسی پر بیٹھ کر گزار دیا، زیر تبصرہ کتاب میں بقید حیات اور رحلت کر جانے والے دونوں قسم کی شخصیات کا ذکر خیر شامل ہے، بعض علماء و مشائخ سے راقم کو بھی دید و شرف نیاز و ملاقات حاصل ہے، جیسے مولانا قاری فیوض الرحمٰن، حضرت مولانا غلام النصیر چلاسی بابا، مولانا علی اصغر عباسی خطیب بادشاہی مسجد وغیرہ، تصنیف و تالیف کا کٹھن کام انتھک جدوجہد کے بعد ممکن ہو پاتا ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کا یہ کام مقبول بنا کر ہمارے آنے والی نسلوں کیلئے مینارۂ نور بنا دے۔آمین (مبصر: مولانا عرفان الحق حقانی)

- **دُرِّ کامل** مؤلف: مولانا سید محمد عبداللہ شاہ آباخیل

ضخامت: ۵۳۴ صفحات ناشر: مکتبہ الارشاد طیبر ہالٹ کراچی 0333-3730428

مردانِ خدا کے سچے واقعات، ملفوظات اور قصص اپنے اندر مسلماناں امت کیلئے حیات نو کا پیغام اور تجدید عہد کا ساماں رکھتے ہیں، ہر زمانے کے اہل علم و نصیحت اور ارباب دعوت و موعظت

انہیں واقعات، قصص اور ملفوظات سے مسلمانوں کے اندر جوش ایمانی کو بیدار کرتے ہے اور دینی حمیت پیدا کرنے کیلئے انہیں واقعات و ملفوظات کا سہارا لیا کرتے ہیں، ان علماء میں سے مولانا عبداللہ شاہ ابا خیل صاحب بھی ہیں، ان کی مجالس و محافل علمی مباحث کے ساتھ ساتھ اہل حق اور صوفیائے عظام کے احوال، واقعات، ملفوظات اور قصص سے مزین ومنور ہوتے ہیں گویا اس حوالے سے ان کے پاس اہل علم کے نوادرات کا بے تحاشا ذخیرہ محفوظ ہے، ان کی تصنیفات میں درمرمر، در فرید، درلاثانی، درتابان اور درنایاب قابل ذکر ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''درکامل'' بھی انہیں سلاسل کی ایک کڑی ہے، ان کی ساری کتابوں میں بزرگوں کے نایاب اقوال، ملفوظات اور واقعات شامل ہیں'' دُرِ کامل میں بھی مؤلف موصوف نے بڑی جامعیت اور خوبصورتی سے مختلف زبانوں عربی، فارسی اور اردو کی کتابوں سے بکھرے ہوئے واقعات وملفوطات، علوم و معارف، عبر و نصائح کو ایک مختصر مگر جامع مجموعہ میں سمو دیا ہے، جس میں قارئین کیلئے علمی نکات کے علاوہ معلوماتی دلچسپی کا سامان بھی ہے، اصلاح نفس، تزکیہ قلب اور تعمیر اخلاق کے حوالے سے یہ ایک گنجینہ، ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، عامۃ الناس اور خواص دونوں یکساں طور پر اس کاوش سے استفادہ کر سکتے ہیں، ناشر کتاب نے حسن طباعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کتاب کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا۔

● مجیب الفتاوی — مؤلف: مولانا مفتی مجیب الرحمٰن
ضخامت: ۳۴۸ صفحات — ناشر: الحسنین ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) راولپنڈی

مفتی مجیب الرحمٰن صاحب اس دور کے جید عالم دین و مفتی ہیں، ان کا علمی عظمت، تقوی، تدین اور دور اندیشی قابل قدر ہے، عصر حاضر کے مسائل کا ادراک رکھتے ہیں، دار الافتاء میں عامۃ الناس کے مسائل اور استفسارات کے جوابات پیش کرنے کیساتھ ساتھ ملکی جرائد و اخبارات میں وقتاً فوقتاً عامۃ الناس کے مسائل کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''مجیب الفتاوی'' مفتی مجیب الرحمٰن صاحب کی انہیں فتاوئی جات کا مجموعہ ہے، اب انہوں نے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی، یہ مجموعہ میں کتاب الطھارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الاضحیۃ اور کتاب الحضر و الاباحۃ کے مباحث پر مشتمل ہے، فتاوی جات کے فہرست میں یہ جدید اضافہ قابل داد و تحسین ہے، اس مجموعہ سے عامۃ الناس اور اہل علم دونوں استفادہ کر سکتے ہیں۔